کبھی کچھ محبتیں آپ کو ذہنی مریض بنا دیتی ہیں۔ وہ ذہنی طور پر آج ایسی ہی صورت حال سے دوچار تھی۔ اس کی ذات کا محور ایک ہی شخص تھا۔ جو اس کے وجود کو بھولے بیٹھا تھا۔ سامنے دیوار پر آویزاں لوح قرآنی پر نگاہیں جمائے اس کے دل نے شدت سے اس شخص کو پکارا۔

آٹھ ماہ پانچ دن گزر گئے اسے دیکھے۔ اس نے چادر سے چہرہ رگڑا۔

''آپ تو زبان کے پکے نکلے۔ کوئی کسر نہیں چھوڑی جان نکالنے میں۔ کبھی میری یاد نہیں آئی۔ کوئی اس قدر سنگدل کیسے ہو سکتا ہے؟''

''لیکن اس سب کے باوجود میں بھولتی نہیں آپ کو، پلیز لوٹ آئیں، مجھے ضرورت ہے آپ کی۔ مزید برداشت کی سکت نہیں۔'' اس سے قبل کہ وہ پھوٹ پھوٹ کر رو پڑتی۔ ہلکی سی دستک کے ساتھ دروازہ کھلنے پر بے دردی سے چہرہ رگڑتے آنے والی ہستی کو دیکھا جس نے بخوبی اس کی حرکت دیکھی تھی۔

''کیسی ہے میری بیٹی؟'' قریب آتے ہوئے نرمی اور محبت سے اس کی پیشانی چومی۔

''میں ٹھیک ہوں مما۔'' وہ جبراً مسکرائی تب ہی

مدیحہ سعید

سُن سائیاں

DIGEST
NOVELS
LOVERS
GROUP

ناولٹ

وہ دونوں دروازے پر ہوئی دستک پر متوجہ ہوئیں۔
آنے والی ملازمہ تھی۔
''کیا بات ہے نوری؟''
''بیگم صاحبہ! ہمارے گھر صاحب آئے ہیں وہ بھی اتنی بڑی گاڑی میں۔''

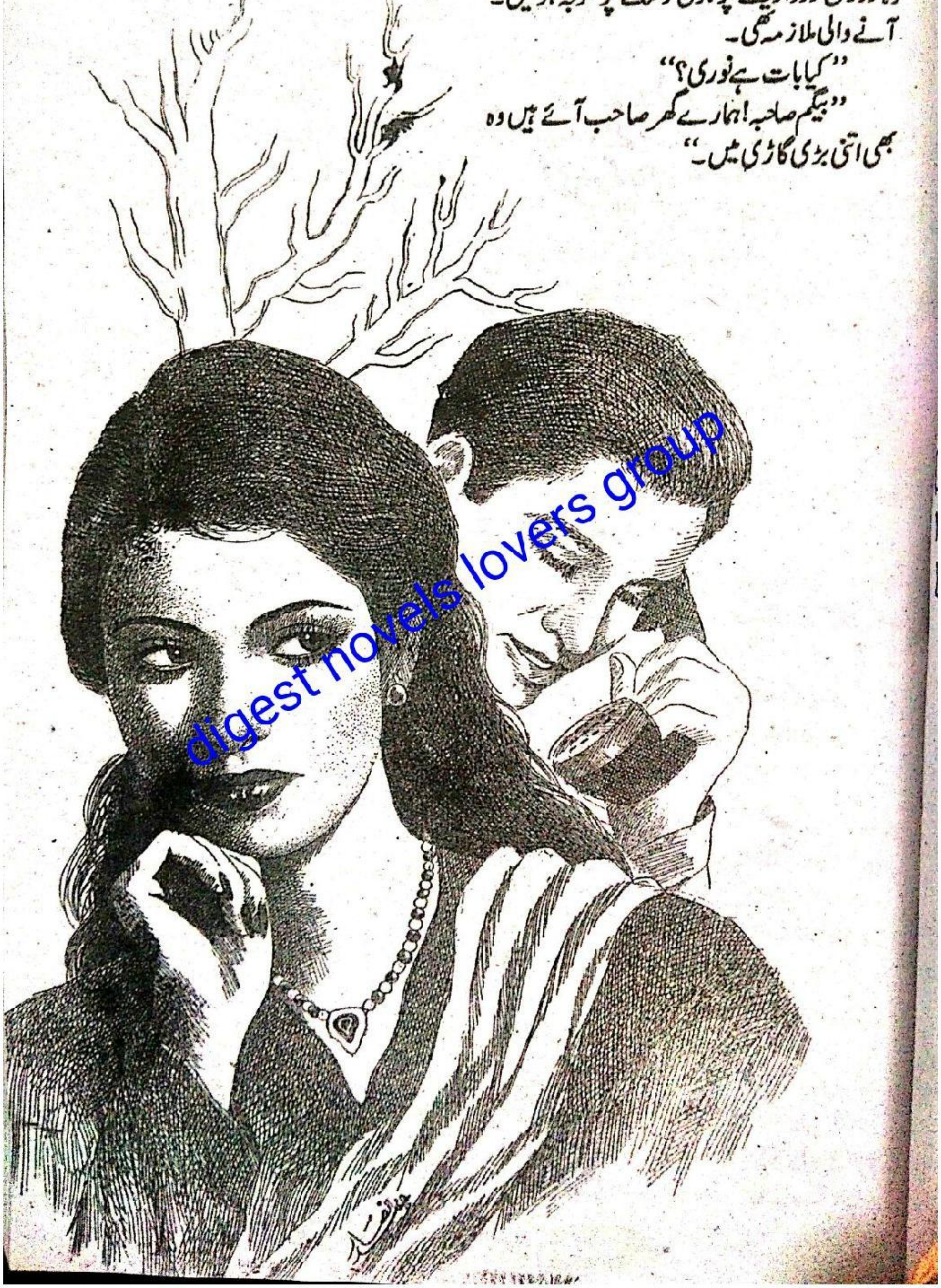

digest novels lovers group

Scanned with CamScanner

اس نے دونوں بازو پھیلاتے گاڑی کا حجم بتایا تو وہ دونوں ماں بیٹی مسکرا دیں۔

''نام کیا ہے؟''

''سیف الملوک!'' نوری کے منہ سے نکلے نام نے دونوں کو ایک پل کے لیے ششدر کر دیا۔ قدرے بے یقینی سے ملازمہ کو دیکھا۔

''تم نے سیف الملوک نام لیا؟''

''جی بیگم صاحبہ، اتنی بڑی گاڑی ہے ان کی۔'' نوری تو اس کی گاڑی پر فدا ہی ہو چکی تھی۔

''کہاں ہیں وہ؟''

''ڈرائنگ روم میں بٹھا دیا ہے جی اور چائے کا بھی کہہ دیا ہے۔'' نوری نے فخر سے اپنی کارکردگی بتائی۔ ''بی بی وہ صاحب ٹی وی میں بھی آتے ہیں۔''

''ٹھیک ہے تم جاؤ۔'' نوری سر ہلاتے باہر گئی تو سفینہ نے رخ موڑ کر بیٹی کا چہرہ دیکھا جہاں اتنے مہینوں بعد رنگ بکھرے تھے۔

''اب فریش ہو جاؤ بیٹا! کیا حالت بنا رکھی ہے۔'' انہوں نے اس کے چہرے کے اطراف بکھری لٹوں کو سنوارتے شکن آلود لباس کو دیکھا۔

''جی مما!'' وہ تابعداری سے کہتے اٹھی۔ سفینہ بھی ڈرائنگ روم میں چلی گئیں۔ جہاں سفید براق شلوار سوٹ میں اپنی ساحر شخصیت کے ساتھ وہ انہیں دیکھتے ہی کھڑا ہوا تھا۔ سلیقے سے بنے بال، ہلکی سی شیو۔ ایک پل کے لیے سفینہ کا دل چاہا اس کی روشن پیشانی چومنے کا پھر خود ہی خیال جھٹک دیا۔

''السلام علیکم!'' سیف نے بنا کسی تاثر سلامتی بھیجی۔

''وعلیکم السلام، بیٹھو۔'' ہلکے رنگ کے نفیس سے سوٹ میں ملبوس وہ اس کے مقابل صوفے پر بیٹھیں۔

''کیسے آنا ہوا؟'' سیف نے کپ لے کر سائیڈ ٹیبل پر رکھتے ہوئے سفینہ کے سوال پر ان کا چہرہ دیکھا جو بغور اسے دیکھ رہی تھیں۔

''آپ جانتی ہیں، میں یہاں کس لیے آیا ہوں۔'' سفینہ نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔

''تو آٹھ ماہ پانچ دن بعد تمہیں یاد آ ہی گیا کہ ایک عدد بیوی بھی ہے تمہاری جسے لینے بھی آنا ہے تمہیں؟'' سیف نے ضبط سے ان کی جانب دیکھا۔

''میں نے اسے گھر سے نہیں نکالا تھا۔ آپ لائی تھیں اسے۔'' ڈرائنگ روم کی دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے کھڑے وجود نے بے ساختہ نکلے آنسو پونچھے، کتنے مہینوں بعد وہ دل چھو لینے والی آواز سماعتوں سے ٹکرائی تھی۔ اس نے تھک کر پلکیں موند لیں کہ اس کا سامنا کرنے کی فی الوقت ہمت نہ تھی۔

''میں لائی تھی؟'' سفینہ نے ٹیک چھوڑتے سیف کا از حد سنجیدہ چہرہ دیکھا۔

''اور اب نہ جانے دوں تو تم کیا کر لو گے؟'' جانچتی نگاہوں سے اس کا چہرہ دیکھا۔ جو گلابی مائل ہوا تھا جبکہ باہر کھڑا وجود بے جان ہوا تھا۔ سیف چند لمحوں کے لیے خاموش ہوا۔ پھر ان ہی کے انداز میں تھوڑا آگے ہوا۔

''تو میں کہوں گا، میں آپ کی بیٹی کو بطور امانت لے کر جا رہا ہوں۔''

''بطور امانت؟'' سفینہ نے بے یقینی سے پوچھا۔ (جبکہ پری کے اندر چھم سے کچھ ٹوٹا اتنے مہینوں بعد وہ آیا بھی تھا تو اپنی اولاد کی خاطر) ''مطلب تم بچے کے لیے آئے ہو؟'' سفینہ کا دل چاہا، اس کا چہرہ تھپڑوں سے سرخ کر دیں اس بار وہ کچھ نہیں بولا تھا کہ جھوٹ وہ بولتا نہیں تھا اور سچ بولنا نہیں چاہتا تھا۔

''ایسا ہی ہے ناں۔'' سفینہ اس کی خاموشی پر بھڑک کر کھڑی ہوئیں تب ہی پورچ میں دو گاڑیاں آگے پیچھے رکیں۔ آنے والے چار نفوس بعجلت داخلی دروازے کی جانب بڑھے تھے۔ کیونکہ اندر کا ماحول وہ تصور کر چکے تھے۔ جہاں دو ضدی اور ہٹ دھرم لوگ آمنے سامنے تھے۔ سفینہ کے کھڑے ہوتے ہی سیف بھی اٹھا۔

''نکل جاؤ میرے گھر سے ابھی اور اسی وقت کوئی حق نہیں ہے تمہارا میری بیٹی اور نواسے پر۔''

''پلیز ایسی بات مت کریں جس کا جواب دے کر مجھے شرمندہ ہونا پڑے۔'' سیف نے مٹھیاں

Scanned with CamScanner

بھنچتے ہوئے چبا چبا کر کہا تب ہی پری نے فیصلہ کن انداز میں چہرہ رگڑا۔ اس کی زندگی کا فیصلہ تھا اور اسے ہی کرنا تھا۔

''شرمندہ؟'' سفینہ نے استہزائیہ ابرو اچکائے۔ ''یہ نئی اطلاع دی تم نے کیونکہ تم شرمندہ ہونے والی نسل سے ہو تو نہیں ورنہ یوں ڈھٹائی سے یہاں نہ آتے۔''

سیف کا چہرہ احساس توہین سے سرخ ہوا۔

''آپ نسلوں تک بات مت لے کر جائیں ورنہ اچھا نہیں ہوگا۔''

''بات تو جائے گی نسلوں تک کیونکہ اس بار بات میری نسل کی ہے۔ آئندہ میں تمہاری پرچھائیں بھی برداشت نہیں کروں گی اپنی بیٹی اور نواسے پر۔'' انگلی اٹھا کر متنبہ کیا۔

''آپ کی نسل؟ جہیز میں نہیں بھیجا تھا آپ نے اسے۔'' وہ بھی اپنے ازلی ضدی لہجے میں گویا دو بدو مقابلے پر اتر آیا۔

''مما۔'' تب ہی پری اندر داخل ہوئی۔ سیف اس کی جانب گھوما۔ آٹھ ماہ پانچ دن بعد وہ من موہنا چہرہ سامنے تھا بادامی چادر میں خود کو چھپائے متورم چہرہ گواہ تھا وہ تمام گفتگو سن چکی ہے وہ ایک ٹک اس کا چہرہ دیکھ رہا تھا جو اسے اپنی جانب متوجہ دیکھ کر پلکیں جھکا چکی تھی۔

''پیار ہو گیا ہے تم سے

خود سے زیادہ

حد سے زیادہ

سب سے زیادہ''

''مما! میں ان کے ساتھ جانا چاہتی ہوں۔''

اس کا لہجہ بھرآیا۔ سیف کے قدم بے ساختہ اس کی جانب بڑھے، سفینہ نے بے یقینی سے بیٹی کا چہرہ دیکھا جو خون چھلکا رہا تھا۔

''انہیں میری ضرورت نہیں ہے مما! ان کی امانت سونپ کر میں ہمیشہ کے لیے ان کی زندگی سے نکل جاؤں گی۔'' اس کا کرلاتا لہجہ چھ نفوس کے اٹھتے قدموں کو جامد کر گیا۔

☆☆☆

''شہریار!'' متنبہ کرتی گمبھیر پکار پر مدد طلب نگاہوں سے ماں باپ کو دیکھا جنہوں نے اس کی حالت سے محظوظ ہوتے معذرت خواہانہ انداز میں ہاتھ اٹھا دیے تھے۔

''تم آ رہے ہو یا مجھے آنا ہوگا تمہارے پاس۔''

اگلے پل لاؤنج کے دروازے میں آتے شخص کو دیکھ کر شہریار بوکھلا کر کھڑا ہوا۔

''مم۔ میں آ رہا ہوں لالا۔'' ایک بار پھر سے ماں کا چہرہ امید سے دیکھا اس کی یہ معصومانہ ادا سیف کو مسکرانے پر مجبور کر گئی مگر وہ ضبط کر گیا۔

''امی! آپ کو خالہ کی طرف جانا تھا ناں۔ میں لے چلوں آپ کو؟'' دو قدم چل کر وہ پھر سے ماں کی جانب پلٹا۔ سیف اس کی چالاکی پر اش اش کر اٹھا۔

''نہیں میرا بچہ! وہ تو میں قاسم کے ساتھ چلی گئی تھی آپ جاؤ بھائی بلا رہا ہے۔'' شہریار بے چارگی سے ماں باپ کے متبسم چہرے دیکھتے سیف کی جانب بڑھ گیا جو اس کو اپنی جانب آتے دیکھ کر مسکراہٹ دبائے پلٹ گیا تھا۔

''کل کالج اور اکیڈمی سے چھٹی کیوں کی تھی۔''

شہریار جو کمرے کے بیچوں بیچ مجرمانہ انداز میں سر جھکائے کھڑا تھا۔ سوال پر نگاہ اٹھاتے سیف الملوک کو ٹریک سوٹ میں ملبوس ڈریسنگ روم سے باہر آتے دیکھ کر کراہا (یا اللہ پلیز بچا لیں)

''کچھ پوچھ رہا ہوں میں۔'' شہریار کو بے بسی سے آسمان کی جانب دیکھتے پا کر اس نے ٹوکا تو وہ متوجہ ہوا۔

''لالا! وہ دراصل مجھے اپنے دوست کے بھائی کی منگنی میں جانا تھا اسی لیے۔''

''دوست کے بھائی کی منگنی میں تمہیں کیوں انوائٹ کیا گیا؟ چلو کر بھی لیا تو جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت تھی قاسم لالا یہاں تھے مگر میں تو وہیں تھا ناں، مجھے اطلاع ملی محترم کالج گئے ہیں۔ کیا تمہیں سچ میں لگا تھا کہ میں اتنا ہی غافل ہوں۔'' اس کا لہجہ درشت تھا۔

''سوری لالا! آئندہ ایسا نہیں ہوگا۔'' شہریار کو حد شرمندگی ہوئی۔ اپنا جھوٹ پکڑے جانے پر، وہ

اپنے بھائیوں کی عادت سے بخوبی واقف تھا غلط بیانی اور جھوٹ سے انہیں نفرت تھی۔

"یہی تمہارے حق میں بہتر رہے گا۔ لیکن کل کے جھوٹ کی سزا کے لیے تیار ہو جاؤ دو منٹ میں چینج کر کے آؤ۔"

"پلیز لالا! آج نہیں۔"

"بحث نہیں" موبائل اور گاڑی کی چابی لیے شہریار کو گھورتے وہ باہر نکلا تو وہ بھی منہ پھلائے اپنے کمرے میں چلا گیا۔ دس منٹ بعد وہ ٹریک سوٹ میں ملبوس آیا اور سیفی کی جانب دیکھے بنا باہر نکل گیا۔

"اس کے پاؤں میں چوٹ لگی ہے بیٹا۔ دھیان رکھنا۔" شارقہ نے کہا تو سیف مسکرا دیا۔

"آپ پریشان مت ہو صرف کمپنی کے لیے لے کر جا رہا ہوں۔"

"کیا ہوا، تم لنگڑا کر کیوں چل رہے ہو؟" گاڑی لاک کرتے سیف نے شہری کو دیکھا۔

"پاؤں میں درد ہے۔" اس نے منہ بسورا سیف کو اس پر پیار آیا مگر وہ بتا کر اسے یہ تاثر نہیں دینا چاہتا تھا کہ وہ اس کے جھوٹ کو معاف کر چکا ہے۔

"چوٹ کیسے لگی؟" سیف اس کے ہم قدم ہوا چوبیس سالہ جوان، چھ فٹ دو انچ قد سرخ و سفید رنگت پر کھڑی ناک سرخی مائل ہونٹ وہ ایک ساحر شخصیت کا مالک تھا جبکہ شہریار پندرہ برس کا لانبے قد کا دبلا پتلا لڑکا تھا وہ قاسم کی طرح ایک پرکشش نوجوان تھا۔

"پاؤں کے نیچے پتھر آ گیا تھا۔"

"زیادہ چوٹ تو نہیں لگی یا زخم وغیرہ؟" اس کی فکر مندی پر شہری نے مسکراہٹ دباتے ہوئے سر کو نفی میں جنبش دی۔

"ٹھیک ہے تم یہاں بیٹھو، میں دو راؤنڈ لگا کر آتا ہوں۔"

شہریار تابعداری سے سر ہلاتے ہوئے سنگی بینچ پر بیٹھ گیا جبکہ سیف الملوک نے ٹریک پر دوڑنا شروع کر دیا وہ شہر میں بھی جم جاتا تھا جو اس کے گھر میں ہی تھا لیکن وہ جب یہاں گاؤں آتا اسے کھلی فضا میں سبزے کے بیچ بہت لطف آتا تھا ایکسرسائز کر کے، یہ اس کا اور قاسم کا مشترکہ مشغلہ تھا، انہیں کریز تھا رننگ کا جس کے لیے انہوں نے ڈیرے پر ٹریک بنوایا تھا۔

شہریار بازو سینے پر لپیٹے بہت محبت سے اسے بھاگتے دیکھ رہا تھا جو پسینے میں شرابور تھا۔

"کیا دیکھ رہے تھے یار۔" پانچ منٹ بعد سیف الملوک اس کے سامنے کھڑا پوچھ رہا تھا۔ شہریار نے سر کو نفی میں ہلاتے ہوئے پانی اس جانب بڑھایا۔

"آپ شہر کب جائیں گے لالا؟"

"ایک ڈیڑھ گھنٹے تک تم میرے ساتھ ہی چلو گے۔" سنجیدگی سے کہتے پش اپس کے لیے پوزیشن سنبھالی۔

"آجاؤ شہری۔" (وہ اسے اپنی پیٹھ پر بیٹھنے کا کہہ رہا تھا)

"لالا نہیں یار۔" شہریار روہانسا ہوا۔ سیف نے اسے گھورا۔

"یہ تمہارے جھوٹ کی سزا ہے اگلے سیکنڈ میں اگر تم یہاں نہ آئے تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔" اس کی دھمکی کارگر ثابت ہوئی شہریار صاحب اگلے پل سیف الملوک کی پیٹھ کی سواری کرتے بند آنکھوں سے آیت الکرسی کا ورد کر رہے تھے۔

☆☆☆

"کیا ہم اندر آسکتے ہیں سر؟ معاذ اور پریسہ نے دستک دیتے پوچھا تو ایڈیٹر صاحب نے سر ہلا کر اندر آنے کی اجازت دی، کسی خبر نے ان کا چہرہ ٹیوب لائٹ کی طرح روشن کر رکھا تھا۔

"بیٹھو بیٹھو۔" انہوں نے ہاتھ کے اشارے سے کہا۔ معاذ نے دلچسپی سے انہیں دیکھا وہ بہت کم کسی سے یوں خوش اخلاقی سے پیش آتے تھے۔

"سر! آپ بہت خوش نظر آ رہے ہیں؟" معاذ نے پوچھ ہی لیا۔

"بات ہے بھی خوشی کی، تمہیں بھی سن کر یقیناً خوشی ہوگی۔"

"پھر تو آپ جلدی بتایئے تاکہ ہم بھی خوش

ہو سکیں۔" پریسہ نے دلچسپی سے کہا۔

"سیف الملوک کل شہر آ گیا ہے۔"

"اونہہ" پریسہ نے سر جھٹکا۔

"وہ گھمنڈی سیف الملوک؟" معاذ نے پریسہ کے دل کی بات کو زبان دی۔

"معاذ!" ایڈیٹر صاحب کی گھوری پر وہ سنبھلا۔

"سوری سر۔"

"میرا سوال یہ ہے سر۔"

"سیف الملوک ایم این اے ہے، اس کا آنا جانا تو لگا رہتا ہے شہر بلکہ وہ زیادہ تر ادھر ہی ہوتا ہے تو پھر آپ کیوں خوش ہیں اس کے آنے کا سن کر۔" وہ الجھی۔

"وہ اس لیے کیونکہ وہ انٹرویو کے لیے مان گیا ہے۔"

"واٹ؟" معاذ اور پریسہ کو جھٹکا لگا، ایڈیٹر صاحب محظوظ انداز میں مسکرائے۔

"یہ یہ کیسے ممکن ہوا سر؟" معاذ سیدھا ہوا، لہجے میں حد درجہ حیرت تھی۔

"تم آم کھاؤ گٹھلیاں کیوں گنتے ہو۔ تیاری ایسی بھرپور ہونی چاہیے کہ وہ چاروں شانے چت ہو جائے۔" وہ سنجیدہ ہوئے، پریسہ نے پرسوچ نگاہوں سے انہیں دیکھا۔

"سر! ایک بات پوچھوں؟" انہوں نے سر ہلایا۔

"ضرور۔ آپ کا کوئی ذاتی کلیش ہے سیف الملوک سے؟" وہ اس کے مشکوک انداز پر بے ساختہ ہنس دیے۔

"ایسا کچھ نہیں ہے۔" پریسہ کی بات پر انہوں دونوں ہاتھ شیشے کی میز پر رکھے پھر قدرے سنجیدگی سے گویا ہوئے۔

"وہ ابھی تک کہ ایم این اے میں سب سے ینگ ہے اور ڈیڑھ سالہ کیریئر میں اس کا ایک بھی اسکینڈل منظر عام پر نہیں آیا جبکہ مانا جاتا ہے جہاں سے اس کا تعلق ہے وہ خاصے رنگین مزاج ہیں اور یہ صاحب ایک دم کلین ہیں۔"

پریسہ نے استہزائیہ سر جھٹکا۔ (حد ہے، یہاں کسی کی شرافت ہی ہضم نہیں ہوتی کوئی شریف یا با کردار ہے تو وہ مشکوک ہے۔)

اس نے ابھی تک کہیں انٹرویو نہیں دیا سوالنامہ ایسا ہو کہ تہلکہ مچا دے وہ مجھے چاروں شانے چت چاہیے۔"

"آپ بالکل فکر نہ کریں سر! میں کہوں گا ان سے یار اتنی شرافت بھی اچھی نہیں کچھ تو ہمارے لیے بھی ہو۔" معاذ کا پرجوش انداز پریسہ اور ہارون صاحب کو ہنسنے پر مجبور کر گیا۔

☆☆☆

"یار! یہ انسان مجھے عجیب ہی لگتا ہے!" رومیہ نے سامنے دیکھتے منہ بنایا تو سفینہ نے اس کی نگاہوں کے تعاقب میں دیکھا پھر رومیہ کو۔

"تم کس کی بات کر رہی ہو؟" اس نے پھر سے سامنے دیکھا جہاں فائنل ایئر کے حماد اور مہروز شجاعت کھڑے تھے۔

"اسی سنگی مجسمے کی۔" اس نے مہروز کو گھورتے منہ بنایا، سفینہ نے مسکراہٹ دبائی۔ خاکی پینٹ سفید شرٹ کے کف موڑے وہ اردگرد سے بے نیاز اپنے دوست کے ساتھ خوش گپیوں میں مصروف تھا۔

"کیوں بھئی، اچھا خاصا انسان تمہیں عجیب کیوں لگتا ہے؟"

"اس بات کو چھوڑو۔" رومیہ کی آنکھوں میں کچھ سوچ کر چمک ابھری۔ "تم مہروز شجاعت سے دوستی کر سکتی ہو؟" سفینہ نے اسے گھورا۔

"مانا کہ بندہ ہینڈسم ہے مگر میرے معیار کا نہیں۔" اس نے نخوت سے اپنے تراشیدہ بالوں کو ایک ادا سے جھٹکا۔

"سفینہ پلیز!" رومیہ نے ملتجی لہجہ اپنایا۔

"تم اتنا اصرار کیوں کر رہی ہو؟" وہ مشکوک ہوئی۔

"یار! صرف عجیب نہیں بہت اچھا بھی لگتا ہے وہ۔" رومیہ کے چہرے پر ایک الوہی مسکان چمکی۔

"تو تم کرلو ناں دوستی۔"

Scanned with CamScanner

''وہ لڑکیوں سے دوستی نہیں کرتا۔'' وہ مایوس ہوئی
سفینہ نے اسے گھورا۔
''اگر وہ لڑکیوں سے دوستی نہیں کرتا تو میں تمہیں کس اینگل سے لڑکا لگتی ہوں؟''
رومیہ نے جینز کے ساتھ گھٹنوں تک پنک کرتے میں ملبوس اس نازک سی باربی ڈول کو دیکھا۔
''تم اتنی پیاری ہو کہ وہ تمہیں انکار کر ہی نہیں سکتا۔'' اس کے لہجے میں یقین بول رہا تھا۔
''فرض کرو کہ ایسا ہی ہوگا جیسا تم کہہ رہی ہو تو تمہیں کیا ملے گا اس سے؟''
''کچھ بھی نہیں بس میں اسے سننا چاہتی ہوں۔''
''تم میری سمجھ سے باہر ہو بھئی۔'' اس نے سر جھٹکا۔
''سفینہ! مان لو پلیز۔'' رومیہ نے ملتجی لہجے میں کہتے ہوئے اس کا ہاتھ تھام لیا تو اسے سر ہلانا پڑا۔

☆☆☆

سیف الملوک کے دیے وقت کے مطابق وہ پچھلے پون گھنٹہ سے اس کے آفس میں موجود تھے جبکہ اس کی کوئی خبر نہ تھی۔ پریسہ کا چہرہ گواہ تھا اگر وہ اس وقت سامنے ہوتا تو پریسہ اس کا سر پھوڑ چکی ہوتی۔ پیازی رنگ کی شرٹ ٹراؤزر کے ساتھ ہم رنگ شفیون کے دوپٹہ کو گلے کے گرد مفلر کی طرح لپیٹ کر دونوں پلو سامنے گرا رکھے تھے کلائی میں نازک سی ریسٹ واچ روٹین سے ہٹ کر وہ آج اچھی لگ رہی تھی ہلکی سی تیاری میں، اس نے سیل اٹھا کر جارحانہ انداز میں ہارون صاحب کا نمبر ملایا۔
''سر! وہ آپ کا چہیتا ابھی تک نہیں آیا، ہم پچھلے پون گھنٹہ سے یہاں بیٹھے خالی آفس میں مکھیاں مار رہے ہیں۔''
''دھیرج بچے دھیرج!'' ہارون صاحب نے اسے شانت کیا۔ ''مصروف ہوگا، تب ہی نہیں آیا ورنہ وہ جان بوجھ کر انتظار نہیں کرواتا۔ میں اسے اتنا تو جانتا ہوں۔''
تب ہی آفس کا گلاس ڈور کھولتے براؤن ٹو پیس وائٹ شرٹ میں ملبوس باوقار چال چلتا سیف الملوک اندر داخل ہوا۔ معاذ نے پلٹ کر دیکھا پھر کھڑا ہوا۔
''میں بتا رہی ہوں سر! اگر وہ پانچ منٹ میں نہیں آیا تو میں چلی جاؤں گی۔'' سیف، پریسہ کی کرسی کے عین پیچھے آرکا تھا جبکہ معاذ کو کھڑے ہوتے ہوتے دیکھ کر پریسہ نے سوالیہ ابرو اٹھائے۔
''السلام علیکم!'' سیف ـــــــ اس کے قریب سے گزر کے پاور سیٹ کی جانب بڑھ گیا۔ پریسہ نے لب کھلتے کال ڈراپ کی (اپنے ہی آفس میں کوئی چوروں کی طرح دبے پاؤں آتا ہے؟)
''بیٹھیے پلیز!'' نرمی سے کہتے شاہانہ انداز میں ان کے مقابل کرسی سنبھالی۔ تصاویر کی نسبت وہ زیادہ ہینڈسم اور وجیہہ لگ رہا تھا۔
''تھینک یو سر! آپ نے اپنے قیمتی وقت سے ہمارے لیے وقت نکالا۔'' معاذ نے شائستگی سے کہا تو سیف نے سر خم کیا۔
''اٹس اوکے معاذ! مگر میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہوگا آپ کے لیے اور کیا کیں گے آپ لوگ؟'' ایک نظر باری باری دونوں کو دیکھا، انداز گفتگو بھی ایمپریسو تھا۔
''ہم پچھلے ایک گھنٹے سے یہاں آپ کا انتظار کر رہے ہیں اور آپ کے آفس سے دوبار چائے بھی مل چکی ہے۔'' پریسہ کے از حد سنجیدہ لہجے پر معاذ اور سیف الملوک نے اس کی جانب دیکھا۔
''میں ہارون صاحب کو پہلے ہی بتا چکا تھا میرے پاس وقت نہیں ہے فی الحال لیکن انہوں نے کہا آپ لوگ انتظار کر لیں گے تو اس انتظار میں میرا کوئی قصور نہیں سو میں معذرت نہیں کروں گا مس'' اس نے فریش لائم جوس منگواتے سنجیدگی سے جواب دیا۔
''پوچھیے میڈم!'' کرسی سے ٹیک لگاتے سیف الملوک قدرے پرسکون نظر آیا۔
پروفیشنل انداز میں کیے گئے سوالات کے اس نے مدبرانہ جوابات دیے تھے لیکن جب اس کے فیملی بیک گراؤنڈ کا ذکر ہوا تو اچانک پریسہ کا لہجہ بدلا اس

Scanned with CamScanner

کے رویے میں تناؤ اور چڑچڑاہٹ کے ساتھ غصے کا عنصر نمایاں تھا جسے سیف بھی محسوس کر چکا تھا۔

''میں ایک پرسنل سوال پوچھنا چاہتی ہوں۔'' پریسہ نے سیف کا سنجیدہ چہرہ دیکھتے کہا۔

''میرا خیال ہے ابھی جو آپ میرا شجرہ نسب کھنگال رہی تھیں وہ سب پرسنل ہی تھا۔'' پریسہ کی طرح وہ بھی ایک دم روڈ ہوا تھا۔ معاذ نے بغور دونوں کا جارحانہ انداز دیکھا (چکر کیا ہے یار؟)

''پچھلے ایک برس سے آپ سیاست میں ہیں کبھی انٹرویو کیوں نہیں دیا آپ نے؟'' پریسہ نے اس کا انداز ان دیکھا کرتے پوچھا۔

''آپ کا منتظر تھا ناں کہ کب آپ مجھے یہ اعزاز بخشتی ہیں۔'' سنجیدگی سے دیے گئے جواب پر جہاں معاذ نے مسکراہٹ دبائی وہیں پریسہ نے اسے گھورا۔

''میرا خیال ہے یہاں سنجیدہ بات ہو رہی ہے۔'' پری نے متنبہ کیا سیف الملوک نے سر جھٹکا۔

''اور اب تک آپ کا کوئی بھی اسکینڈل.....''

''جی جی، میں معذرت خواہ ہوں،'' سیف اس کی بات کاٹتے سیدھا ہوا پریسہ نے لب بھینچتے اسے دیکھا جس کا چہرہ گلابی سے سرخ ہوا تھا۔

''معذرت خواہ ہوں کہ ابھی تک اپنی کارکردگی سے آپ جیسے صحافیوں کو کوئی کہانی نہیں دی حالانکہ آپ کے خیال کے مطابق تو مجھے ایسی جگہ ہونا چاہیے تھا جہاں کا نام لینا بھی شریف لوگ توہین سمجھتے ہیں۔'' پریسہ جو اس کا چہرہ دیکھ رہی تھی، اس کی بات پر نگاہ چرائی چہرہ سرخ ہوا تھا (بدتمیز نہ ہو تو) معاذ نے بمشکل قہقہہ کا گلا گھونٹا (گڈ شارٹ باس)

''اب میں اجازت چاہتا ہوں مس صحافی! مجھے کہیں جانا ہے۔'' وہ کھڑا ہوا۔

''آپ سے مل کر بہت اچھا لگا سر!'' معاذ نے کھڑے ہوتے خلوص دل سے کہا سیف نے مصافحہ کے لیے بڑھایا اس کا ہاتھ نرمی سے تھاما۔

''بہت شکریہ یہ وقت نکالنے کے لیے۔''

''مجھے اچھا لگا معاذ! آپ سے مل کر اور آپ مس صحافی'' اب وہ خفا لڑکی کی جانب متوجہ ہوا۔

''آپ نے مجھے مایوس کیا۔'' اس نے تاسف سے کہا۔ پریسہ نے کھا جانے والی نگاہوں سے اس کا وجیہہ چہرہ دیکھا۔

''ایک نصیحت ہے عمل کریں یا نہیں آپ کی مرضی، اپنی ذاتی زندگی اور پروفیشنل زندگی کو الگ الگ ہی رکھیں۔ آپ کا انداز بالکل پروفیشنل نہیں ہیو اے گڈ ڈے''

☆☆☆

''ایکسکیوزمی،'' مہروز اور عماد کو گیٹ کی جانب بڑھتے دیکھ کر سفینہ ۔ ان کے پیچھے لپکی۔

''جی۔'' وہ دونوں رک کر پلٹے۔

''مجھے آپ سے بات کرنی ہے۔'' اس کا مخاطب مہروز تھا۔ عماد سر خم کرتے آگے بڑھ گیا۔

''جی فرمائیے۔''

''فرینڈز۔'' سفینہ نے نازک سا مومی ہاتھ اس کی جانب بڑھایا مہروز نے ایک نظر اس کے ہاتھ پر ڈالی پھر کہا۔

''میں معذرت خواہ ہوں، میں لڑکیوں سے دوستی نہیں کرتا۔'' سفینہ کا چہرہ شرمندگی سے گلابی ہوا۔

''کیوں؟'' ہاتھ پشت پر لے جاتے اس نے بمشکل خود کو کنٹرول کیا۔

''میں لڑکے اور لڑکی کے بیچ دوستی کو نہیں مانتا۔''

''ڈرتے ہیں۔'' اس کا انداز استہزائیہ تھا۔ مہروز متانت سے مسکرایا۔

''شیطان کے وار سے ہر انسان کو ڈرنا چاہیے۔''

''میں شیطان ہوں؟'' سفینہ نے دانت بھینچتے اس بظاہر نرم نظر آنے والے سخت گیر انسان کو کھا جانے والی نگاہوں سے دیکھا۔

''میں نامحرموں کے بیچ تیسرے وجود کا ذکر کر رہا ہوں۔'' اس نے تحمل سے جواب دیا۔

''اگر میری بات سے ہرٹ ہوئی ہیں تو معذرت۔'' سنجیدگی سے کہتے وہ پلٹ گیا جبکہ سفینہ کی

Scanned with CamScanner

نگاہیں اس کی چوڑی پشت پر جمی تھیں۔

"تمہاری یہ پارسائی اور غرور خاک میں نہ ملایا تو سفینہ نام نہیں میرا۔ اب تم میری ضد ہو مہروز شجاعت۔"

☆☆☆

"خیریت ہے بھئی۔ اتنا غصہ کس چیز پر آرہا ہے۔" پریسہ کی میز کے قریب سے گزرتے اس کے چہرے کے بگڑے زاویے اور مٹھی میں دبے قلم کو دیکھتے پوچھا تو اس نے چونک کر معاذ کو دیکھا۔

"تمہارے پاس سیف الملوک کا پرسنل نمبر ہے؟"

"اوہ تو تم اتنی دیر سے منہ کے زاویے بگاڑ کر سیف کو سوچ رہی تھیں۔" معاذ نے از حد دلچسپی سے پوچھا تو پریسہ نے اسے گھورا۔

"نمبر دو۔" ہاتھ بڑھایا۔

"پرسنل تو نہیں ہے۔" معاذ نے جیب سے کارڈ نکال کر اس کی جانب بڑھایا۔ "آفس کا ہے اور پی اے کا۔" معاذ کے جاتے ہی اس نے نمبر ملایا۔

"السلام علیکم! روزنامہ نوائے سحر سے صحافی پریسہ بات کر رہی ہوں۔"

"وعلیکم السلام!" شائستگی سے جواب دیا گیا۔

"جی میڈم! ہم آپ کی کیا خدمت کر سکتے ہیں۔"

"مجھے ایم این اے صاحب کا ذاتی نمبر چاہیے۔"

"معذرت خواہ ہوں میم! ہمیں اجازت نہیں ہے ان کا نمبر دینے کی۔" پریسہ نے ضبط سے گہری سانس لی۔

"ہم نے ایک روز قبل ان کا انٹرویو لیا تھا، مجھے ان سے اسی سلسلے میں بات کرنی ہے۔ آپ ان سے بات کرلیں۔ مجھے ان کا نمبر چاہیے۔ میں دس منٹ تک کال کرتی ہوں۔"

اس نے کھٹ سے کال ڈراپ کردی۔ حیرت انگیز طور پر اسے سیف کا نمبر اس شرط کے ساتھ مل چکا تھا کہ وہ اسے رات بارہ بجے سے قبل کال نہیں کر سکتی۔

اس وقت گیارہ بج کر پچاس منٹ کا وقت تھا جب وہ لیفٹ رائٹ کرتی بار بار گھڑی دیکھ رہی تھی۔ جبکہ جسے کال کرنے کی اتنی بے چینی تھی وہ آرام دہ سوٹ میں ملبوس بیڈ پر نیم دراز کتاب پڑھ رہا تھا۔ ادھر گھڑیال نے بارہ بجے کا الارم بجایا۔ اُدھر اس کا سیل بجا۔ سیف نے سیل اسکرین پر جلتا بجھتا نمبر دیکھا جو اس کے پاس صحافی کے نام سے محفوظ تھا۔

"السلام علیکم!" سیف الملوک بازو موڑ کر سر کے نیچے رکھتے چت لیٹ گیا۔

"پریسہ بات کر رہی ہوں!" سیف کے سلام کا جواب نہ دے کر وہ اس کا موڈ غارت کر چکی تھی۔ سیف نے دانت پیسے (مینرز اس لڑکی کو چھو کر بھی نہیں گزرے)

"جانتا ہوں۔" گمبھیر لہجہ دلوں کو دھڑکاتا ہوا تھا۔ "تو بتایئے محترمہ رات گئے کال کرنے کی ضرورت کیوں پیش آگئی آپ کو؟"

"رات گئے کال کرنے کا آپ جناب کا آرڈر تھا۔" اس نے چبا چبا کہا۔ "وجہ پوچھ سکتی ہوں اس شرط کی؟"

"میں آپ کی طرح فارغ انسان نہیں ہوں محترمہ سینکڑوں کام ہوتے ہیں مجھے دن کے وقت اور یہ وقت میرا اپنے لیے ہوتا ہے۔ جس میں آپ خلل ڈال چکی ہیں آپ کو تو میرا ممنون ہونا چاہیے کہ اپنا ذاتی نمبر دیا ہے آپ کو۔"

"آپ خود کو سمجھتے کیا ہیں، کس بات پر اتنا غرور ہے؟" سیف نے اسکرین کو گھورا۔

"رات گئے میری صفات گنوانے کے لیے کال کی ہے آپ نے۔" وہ سنجیدہ تھا۔

"میں صرف یہ کہنا چاہتی ہوں کہ آپ نے جو باتیں انٹرویو کے اختتام پر کہیں اگر کل وہ پبلش ہو جائیں تو کیا رہ جائے گی آپ کی۔" اس کی دھمکی پر سیف کے لبوں کو دلکش مسکان چھو گئی۔ نگاہوں کے سامنے چھم سے شرم سے گلابی پڑتا چہرہ در آیا۔

"میں تو چاہتا ہوں، آپ پبلش کردیں عوام کو معلوم ہونا چاہیے انہوں نے کس قدر غلط شخص کو منتخب

کیا۔" انداز چڑانے والا تھا۔

"آپ میری سوچ سے زیادہ شاطر انسان ہیں۔"

"امپریسو" سیف نے ستائشی لہجہ اپنایا۔

"کافی ذہین ہیں آپ، ایک ہی ملاقات میں اس حد تک جان لیا مجھے ویسے یہ آپ کے حق میں ہی بہتر ہے۔ اب مجھے سونا ہے اللہ نگہبان۔"

"ایک منٹ۔ میری بات سنیں۔"

"میری تعریف کرنی ہے ناں مس صحافی! وہ میں سن چکا ہوں۔ شب بخیر۔" سنجیدگی سے کہتے کال کاٹتے دوسرا نمبر ملایا۔ تیسری بیل پر کال ریسیو ہوگئی۔

"روزنامہ نوائے سحر میں میرے دیے انٹرویو کا ایک بھی لفظ شائع نہیں ہونا چاہیے۔"

☆☆☆

"پری کیا بات ہے بیٹا! پریشان لگ رہی ہو۔"

ناشتے کی میز پر اسے کارن فلیکس میں بے دلی سے چمچہ گھماتے دیکھ کر سفینہ نے نرمی سے پوچھا تو اس نے ماں کا چہرہ دیکھا، وہ کیا بتاتی کہ کچھ دھندلی یادوں نے اس کا ذہنی سکون درہم برہم کر رکھا ہے کچھ ناشناسا سا چہرے، دھندلے عکس اسے سونے نہیں دیتے۔ اتنا سب کچھ ہونے کے باوجود وہ اس سے ناراض نہیں ہوسکتی، کیا تعلق ہے دونوں کے بیچ۔ وہ گرداب میں پھنس چکی تھی۔ ماں سے پوچھنے کا مطلب ان کی ناراضی تھی۔ اور وہ ماں کو خفا کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتی تھی ان لوگوں کے لیے تو قطعی نہیں جنہوں نے انہیں اتنی تکلیف دی تھی۔

"آپ جانتی ہیں، چند دن قبل ہم لوگوں نے سیف الملوک کا انٹرویو لیا تھا۔" سفینہ نے چونک کر اسے دیکھا۔ چائے کا کپ واپس رکھتے پوری توجہ سے بیٹی کو دیکھا۔

"تو؟"

"تو وہ انسان بہت مغرور اور گھمنڈی ہے مما!"

اس کے لہجے سے جھلکتی خفگی نے سفینہ کو قدرے پرسکون کیا۔ "آپ کو معلوم ہے اس نے انٹرویو شائع ہونے سے رکوادیا ہے۔"

"ایسا کیا تھا اس انٹرویو میں؟"

"کچھ خاص تو نہیں تھا، بس اس نے رکوادیا شاید میری وجہ سے۔"

"تمہاری وجہ سے کیسے؟" سفینہ کا دل دھڑکا۔

"کچھ کہا اس نے تمہارے متعلق؟"

"کہے گا تو تب نا جب اسے کسی کی بات سے کوئی فرق پڑتا ہو وہ تو بس اپنی سناتا ہے۔"

"تم دور رہنا اس سے" پریسہ کو اٹھتے دیکھ کر سفینہ نے کہا تو وہ مسکرائی۔

"وہ کوئی فارغ انسان نہیں ہے مما کہ کسی بھی وقت کسی سے بھی مل لے گا (سوری مما لیکن میری اطلاع کے مطابق وہ آج اپنے آفس میں ہی ہوگا اور مجھے اس سے ملنا بھی ہے اور اس کی خوش فہمی بھی دور کرنی ہے)

شاندار آفس میں شیشے کی وسیع میز کے پیچھے پاور سیٹ پر پین انگلیوں میں گھماتے گہرے چینٹ آف وائٹ شرٹ ہلکی سی شیو میں وہ یونانی دیوتاؤں سا حسن رکھنے والا جوان غیر مرئی نقطے پر نگاہیں جمائے نجانے کن سوچوں میں تھا کہ مخصوص رنگ ٹیون پر لبوں کو مسکان چھوگئی۔ قلم میز پر رکھتے سیل اسکرین پر مائی پرنسز جگمگاتا دیکھ کر کال اٹھائی۔

"السلام علیکم!" محبت سے بھرپور لہجہ تھا۔

"وعلیکم سلام۔ خانی بات کررہی ہوں، سیف الملوک صاحب سے بات کروائیں۔" ایک ادا سے کہا گیا جملہ اسے ہنسنے پر مجبور کرگیا۔

"جی خانی صاحبہ! سیف الملوک بات کررہا ہوں۔"

"اوپس!" خانی نے سر پر چپت لگاتے تاسف کا اظہار کیا۔ سیف اس کے انداز سے جی بھر کے محظوظ ہوا۔

"کیسا ہے میرا بچہ؟"

"فائن بٹ آپ کو بہت مس کررہی ہوں۔" اس کے لہجے سے اداسی جھلکی۔

"میں بھی آپ کو مس کررہا ہوں زندگی!"

"تو آپ ہم سے ملنے آجائیں ناں" لاڈ سے فرمائش کی گئی۔

"شہری چاچو بہت تنگ کرتے ہیں آپ انہیں ڈانٹیں۔" خانی نے منہ بناتے شکایت کی۔

"میں آؤں گا ناں تو ہم چاچو کی پٹائی کریں گے وہ کیوں تنگ کرتے ہیں پرنسز کو۔" تب ہی گلاس ڈور دھکیلتے پریسہ کو اندر آتے دیکھ کر وہ ایک لمحے کے لیے چپ ہوا اور پی اے کو واپس جانے کا اشارہ اور پریسہ کو ایک سخت گھوری سے نوازتے بیٹھنے کا کہا۔

"کب آئیں گے آپ۔" خانی ایکسائیڈ ہوئی۔

"کل ان شاء اللہ۔" اس نے کرسی گھمائی اب وہ سائڈ پوز سے پریسہ کے سامنے تھا۔ بائیں ہاتھ سے پیپر ویٹ گھماتے وہ غصہ کنٹرول کر رہا تھا۔

"وعدہ کریں۔ آئیں گے۔" سیف خانی کے انداز پر مسکرایا۔ غصہ اڑن چھو ا ہوا۔

"اتنی بے اعتباری اچھی نہیں ہوتی پرنسز!" پریسہ نے اس کے لہجے سے چھلکتی محبت اور نرمی کی شدت محسوس کرتے بے ساختہ اس کا وجیہہ چہرہ دیکھا جہاں پھیلا نرم سا تاثر بھلا لگ رہا تھا۔

"وعدہ۔ آؤں گا۔"

"ایک اور وعدہ بھی کریں۔"

"جی بولیں، اب کون سا وعدہ کروں۔" اس نے وقت دیکھا پندرہ منٹ بعد اسے میٹنگ میں جانا تھا۔

"آپ ہماری طرف آئیں گے تو میں آپ کے ساتھ آؤں گی آپ کے گھر۔"

"لیکن میں تو گھر پر صرف رات کو ہوتا ہوں آپ اکیلے کیا کریں گی اتنے بڑے گھر میں۔" کوٹ پہنتے نرمی سے کہا۔ پریسہ نے حیرت سے اس کا انداز دیکھا جو اسے بری طرح نظر انداز کر رہا تھا۔

"سمجھا کریں ناں چاچو۔" خانی کے راز دارانہ انداز پر وہ مسکرایا۔

"آپ سمجھا دیں ناں زندگی!" وہ بھی اسی کے انداز میں بولا۔

"ایکچوئلی میں وہاں آؤں گی تو چاچی ڈھونڈ وں گی ناں۔"

خانی کی بات پر ایک پل کے لیے سیف کے کف موڑتے ہاتھ ٹھٹکے نگاہ بے ساختہ سامنے موی گڑیا کی جانب اٹھی پھر ایک دم ہنس دیا۔

"جیسا آپ چاہیں پرنسز! ابھی چاچو کو میٹنگ اٹینڈ کرنی ہے رات میں بات کرتے ہیں۔" وہ کرسی کے پیچھے سے نکلتے پریسہ کو نظر انداز کرتے دروازے کی جانب بڑھا تب ہی پریسہ بعجلت اس کے سامنے آئی سیف نے اسے گھورا۔

"یہ کون سا طریقہ ہے راستہ روکنے کا؟"

"اور جو آپ کر رہے ہیں یہ بھی کوئی طریقہ نہیں مہمان کو نظر انداز کرنا۔"

"مہمان؟" سیف نے دو قدم پیچھے ہٹتے اس کا جائزہ لیا، سفید ٹراؤزر اور مہندی رنگ شرٹ کے ساتھ ہم رنگ دوپٹہ مفلر کی طرح لپیٹے وہ اس کے سامنے پڑی لگی تھی۔

"جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے آپ مہمان نہیں ہیں زبردستی آفس آئی ہیں سوچیں اگر اسٹاف آپ کے ساتھ مس بی ہیو کرتا تو؟" پری کا چہرہ شرمندگی سے سرخ ہوا (بہت خوب صورت۔ سیف کے دل نے چپکے سے اعتراف کیا)

"سوری مگر مجھے بات کرنی تھی آپ سے۔"

"اپائنٹمنٹ لیجیے پھر بات کریں گے۔"

"مگر مجھے ابھی کرنی ہے بات۔" وہ بضد ہوئی سیف نے ابرو سکیڑے۔

"آپ کس حق کے تحت مجھ پر رعب جمانے کی کوشش کر رہی ہیں صحافی؟" پریسہ کو ایک دم غلطی کا احساس ہوا وہ بھلا سیف پر کس حق سے رعب ڈال رہی تھی۔

"ہٹیے راستے سے۔ مجھے دیر ہو رہی ہے پھر کبھی بات سن لوں گا آپ کی۔"

"آپ میری بات سنے بنا نہیں جا سکتے۔" سیف کے بڑھتے قدم اس کے درشت لہجے پر ٹھٹکے دماغ ایک دم آؤٹ ہوا انہی قدموں پھر پلٹنے پر یسہ

کے دونوں بازو اپنی جارحانہ گرفت میں لیتے قریب کیا کہ ان کے بیچ محض چند انچ کا فاصلہ تھا، رمی کا چہرہ اس قربت پر سرخ جبکہ دھڑکنیں سرپٹ تھیں۔

"اگر میں چاہوں تو یہ چند انچ کی دوری سیکنڈز میں مٹادوں مگر سیف الملوک اتنا کمزور انسان نہیں۔" اس کی لرزتی پلکوں، نم پیشانی کو دیکھتے سیف کا لہجہ نرم ہوا۔ "آئندہ یوں میرے روبرو مجھ پر حق مت جتانا میں حق جتانے پر آیا تو مشکل ہو جائے گی۔" اس کے بازو چھوڑ کر وہ دو قدم پیچھے ہٹا۔

"آئندہ میرے آس پاس نظر مت آنا مس صحافی ورنہ نتائج کا ذمہ دار میں نہیں ہوں گا۔"

☆☆☆

"سنا ہے مہروز شجاعت آج اپنے دوستوں کا منہ میٹھا کروا رہا ہے۔" رومیہ نے سفینہ کے قریب بیٹھتے مطلع کیا جس نے ایک کے بعد دوسری نگاہ رومیہ پر نہیں ڈالی تھی۔

"تم پوچھو گی نہیں وہ کیوں منہ میٹھا کروا رہا ہے۔" انداز کھوجتا ہوا تھا۔

"مجھے کیا فرق پڑتا ہے اس کی خوشی غمی سے۔" سفینہ نے بے نیازی سے شانے اچکائے۔ اس کی نگاہ غیر ارادی طور پر بائیں جانب مہروز کی جانب اٹھی جس کا چہرہ خوشی کے بھرپور احساس سے جگمگا رہا تھا (تمہاری ہنسی کو برباد ہونے میں بہت کم وقت ہے جی لو یہ پل)

"سنو فراز! رومیہ کی پکار پر سفینہ نے چونک کر ان کی جانب دیکھا۔ "مہروز مٹھائی کس خوشی میں کھلا رہا ہے؟"

"اس کے ہاں بے بی آیا ہے۔" فراز نے نرمی سے بتایا۔

"بے بی؟" رومیہ نے پرسوچ نگاہوں سے مہروز کے بعد سفینہ کو دیکھا۔ "کس کا بے بی ہوگا؟"

"مجھے کیا معلوم؟" اس نے شانے اچکائے۔

"ہوگا بھانجا بھتیجا۔ سنو میں چند دن تک یونی نہیں آسکوں گی۔"

"کیوں خیریت؟"

"ماموں آرہے ہیں بمعہ فیملی اسی لیے (اس کے والدین کی ڈیتھ ہو چکی تھی وہ اپنے نانا کے پاس رہتی تھی جو ریٹائرڈ جج تھے)

"میں تمہیں مس کروں گی سفینہ!" رومیہ نے اس کا ہاتھ ہاتھوں میں لیا تو وہ مسکرادی۔

☆☆☆

"میں اسی لیے تمہارے اس پروفیشن کے خلاف تھا۔"

وعدے کے مطابق سیف الملوک گاؤں آیا ہوا تھا۔ جب قاسم نے خفگی سے کہا، خانی اور یاور اس کے دائیں بائیں بیٹھے تھے۔ مما بابا، چاچی چاچو سب ہی موجود تھے۔ جبکہ وہ پچھلے دس منٹ سے باپ کے بعد اب بھائی کی ڈانٹ نہایت تابع داری سے سر جھکائے سن رہا تھا۔ چہرے پر نرم سا تاثر پھیلا تھا وہ کہیں سے اکھڑ مغرور انسان نہیں لگ رہا تھا جیسا کہ وہ جانا جاتا تھا۔ "اتنے دنوں تک شکل بھی نہیں دکھاتے۔"

"میں خود سوچ رہا ہوں، مستعفی ہو جاؤں۔" سیف نے سنجیدگی سے کہتے انہیں حیران کر دیا سب ہی کی نگاہیں اس کی جانب اٹھیں۔

"تم سچ کہہ رہے ہو؟" ماہم بھابھی نے بے یقینی سے پوچھا۔

"جی سچ مگر ابھی ایک ڈیڑھ برس نہیں۔"

"سنو۔ تم اسے کیوں نہیں ڈھونڈتے بیٹا؟" بابا کے کہنے پر سیف نے انہیں دیکھا۔

"ڈھونڈا تو انہیں جاتا ہے جو کھو جائیں۔ وہ تو میرے سامنے ہے۔ اگر میں چاہوں تو اگلے دس منٹ میں اسے یہاں لے آؤں۔" شاہانہ انداز میں کہتے سب کو دیکھا جو باقاعدہ اسے گھور رہے تھے۔

"اب ایسے دیکھنے کا کیا مطلب ہے؟" اس نے مصنوعی ڈرنے کی اداکاری کی۔ قاسم نے موبائل اسے کھینچ کر مارا جو سیف الملوک نے مہارت سے کیچ کر لیا۔

"ہمیں کیوں نہیں بتایا؟"

"کیونکہ مجھے معلوم تھا آپ لوگ ــ اسے یہاں لانے کے لیے اصرار کریں گے جبکہ میں

مناسب وقت کا انتظار کر رہا ہوں۔ اور ہاں کوئی بھی مجھے فورس نہیں کرے گا۔"

☆☆☆

اگلے روز وہ آفس میں بیٹھا فائل دیکھ رہا تھا۔ سامنے ایل ای ڈی پر پریس کانفرنس کی لائیو کوریج چل رہی تھی والیوم میوٹ تھا۔ پی اے اندر داخل ہوئی ایک نظر سیف کی مصروفیت پھر ٹی وی کی اسکرین دیکھی۔ جہاں ان کی پارٹی رکن کانفرنس کر رہی تھیں۔

"سر! والیوم کھول دوں؟"

"کیوں،" اس نے مصروف سے انداز میں کہا۔ تب ہی ایک جانی پہچانی آواز پر نگاہ اٹھائی، جہاں وہ گاجری رنگ کی شارٹ فراک پاجامہ میں ملبوس ساری دنیا سے بیزار نظر آرہی تھی۔

"سوال یہ ہے کہ آپ کے ایم این اے صاحب کوئی اعلیٰ ارفع ہستی تو نہیں بس ہم جیسے عام انسان ہی ہیں تو وہ اتنے مغرور کیوں ہیں؟" اس سوال پر جہاں پارٹی رکن نے حیرت و بے یقینی سے اسے دیکھا۔ سیف نے اسکرین کو دیکھا جبکہ پی اے نے بھی پریسہ کو گھور کر دیکھا۔

"سر! یہ صحافی تو آپ کے پیچھے ہی پڑ گئی ہے۔" اس نے پھر سے اس حسین مگر روڈ سی لڑکی کو گھورا جو ان کے ڈیسنٹ سے باس کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ گئی تھی۔

"اور جس دن میں اس کے پیچھے پڑ گیا یہ روئے گی۔" سیف نے سوچتے ہوئے پی اے کو جانے کا اشارہ کرتے سیل اٹھا کر صحافی نام پر کلک کیا۔ شاید دوسری جانب اسی کی کال کا انتظار تھا۔ پہلی بیل پر کال ریسیو ہوگئی۔

"اوہ! ایم این اے صاحب! کہیں میں خواب تو نہیں دیکھ رہی آپ مجھے کال کر رہے ہیں وہ بھی اپنے قیمتی وقت میں سے وقت نکال کر اور اس وقت تو رات کے بارہ بھی نہیں بجے؟" سیف نے تحمل سے اس کی گفتگو سنی پھر سنجیدگی سے گویا ہوا۔

"اگر کہہ چکی ہیں تو میری بھی سن لیں۔"

"جی جی بالکل۔ ہم بے چارے عوام آپ کی ہی تو سننے کے لیے بیٹھے ہیں۔"

"آئندہ مجھے تم اس بیہودہ ڈریسنگ میں نظر نہیں آؤ گی۔" پریسہ نے سیل کان سے ہٹا کر اچنبھے سے اسکرین کے بعد سر سے پاؤں تک خود کو دیکھا۔

"ذہن نشین کرلو یہ بات۔ آئندہ اگر تم مجھے ایسے حلیے میں نظر آئیں تو نتائج کی ذمہ دار تم خود ہوگی۔"

"ایکسکیوز می ایم این اے صاحب۔"

"ایم این اے عام عوام کے لیے ہوں اور تمہارے لیے آج کے بعد سائیں۔"

"کیا مطلب؟" اس نے اچنبھے سے پوچھا۔

"مطلب آئندہ جب بھی بات ہوگی تم مجھے سائیں پکارو گی اللہ حافظ۔"

☆☆☆

اس وقت شجاعت اللہ صاحب کی حویلی کے درودیوار اپنے مکینوں کی طرح حیران اور ساکت تھے کہ اپنے سامنے بیٹھی فالسئی رنگ کی فراک میں نازک سی خوب صورت لڑکی جس کی آنکھیں نم تھیں کو نہ سمجھنے والی کیفیت میں دیکھ رہے تھے۔

سامنے شیشے کی میز پر خاکی لفافے میں بند تصویریں تھیں جنہیں ایک کے بعد دوسری نظر نہیں دیکھا گیا تھا۔

مہروز شجاعت نے اس لڑکی کے ساتھ دھوکا دہی کی تھی؟ شجاعت اللہ یہ ماننے سے انکاری تھے مگر کوئی لڑکی اپنی عزت خود کیسے داؤ پر لگا سکتی ہے؟

وہ مہروز کو کال کر چکے تھے وہ دس منٹ میں پہنچنے والا تھا اور جب وہ ڈرائنگ روم میں داخل ہوا تو وہاں ماں باپ کے علاوہ بھابھی بھائی اور پانچ پریں وجود کو دیکھ کر انہیں قدموں پر تھم گیا۔ اور اس کا یوں تھم جانا اس کے لیے آزمائش بن گیا۔ شجاعت جھٹکے سے کھڑے ہوئے۔ مہروز کے پیچھے ہی ایک گندمی رنگت تھوڑی سی فربہ لڑکی بچے کو گود میں لیے اجنبی چہرے کو دیکھ رہی تھی۔

"مہروز! تم جانتے ہو اس لڑکی کو؟" باپ کا

اشارہ سفینہ کی جانب دیکھتے اس کا سر اثبات میں ہلا تو شجاعت اللہ صاحب نے وہ تصاویر اس کے منہ پر ماریں جو اس کے چہرے سے ٹکرائی قدموں میں بکھر گئیں اور مہروز کے ساتھ شارقہ کے قدموں تلے سے زمین نکل گئیں تھی۔

"تم اس قدر گھٹیا ہو گے مجھے ہرگز اندازہ نہ تھا۔ میرا خون میری تربیت اس قدر غلیظ نہیں ہو سکتی۔"

"بابا سائیں! یہ سب جھوٹ ہے ایسا کچھ نہیں۔" مہروز نے تڑپ کر ان کی جانب قدم بڑھائے مگر شجاعت اللہ صاحب نے ہاتھ اٹھا کر اسے وہیں رکنے پر مجبور کر دیا۔

"میرا یقین کریں بابا سائیں۔" وہ روہانسا ہوا۔

"تمہیں شرم آنی چاہیے تھی مہروز شجاعت بیوی اور بچے کے ہوتے ہوئے ایسی نیچ حرکت کرتے۔"

سفینہ کا چہرہ اندرونی مسرت سے جگمگا رہا تھا مگر بیوی بیٹے کے ذکر پر چونک کر اس بے یقین کھڑی پیاری سی لڑکی کو دیکھا جس کی گود میں ننھا سا بچہ تھا (اف مہروز شادی شدہ تھا؟ وہ کراہی)

"غلطی تم نے کی ہے اور اسے سدھارو گے بھی تم، دلاور!" شجاعت مہروز سے کہتے بڑے بیٹے کی جانب متوجہ ہوئے۔

"جی بابا سائیں!"

"بیٹی سے اس کے گھر کا پتا لو اور ان کے سرپرستوں کو لے کر یہاں آؤ۔ شام کو مہروز کا نکاح ہے۔"

ان کے فیصلے پر وہاں موجود سب ہی لوگوں پر حیرت کا پہاڑ ٹوٹ پڑا تھا جبکہ سفینہ کا وجود زلزلوں کی زد میں تھا، ایسا کچھ ہوگا۔ یہ تو اس کے وہم و گمان بھی نہ تھا۔

☆☆☆

ہارون صاحب کی منت سماجت کے بعد سیف ایک بار پھر سے انٹرویو کے لیے مان گیا تھا اور پریسہ آج ہارون صاحب کی فرمائش پر۔ لائٹ سے میک اپ اور جیولری میں عام روٹین کی نسبت، بہت پیاری لگ رہی تھی اور اس بار وہ لوگ سیف الملوک کے گھر میں موجود تھے۔ تقریباً پندرہ منٹ انتظار کے بعد سیف ڈرائنگ روم میں داخل ہوا۔

وہ گرے سوٹ میں ملبوس تھا، جب کہ اندر داخل ہوتے ہی اس کی نگاہ پریسہ کی جانب اٹھی۔ نیوی بلیو شرٹ پر سفید دھاگوں سے ہلکی سی کڑھائی تھی۔ کانوں میں ہم رنگ ننھے آویزے لمبے بال ہاف کیچر میں بندھے تھے۔ لائٹ میک اپ میں وہ معاذ کے ساتھ صوفے پر بیٹھی تھی، ان کے بیچ فاصلہ موجود تھا مگر سیف کا خون کھول اٹھا۔

"السلام علیکم!" سنجیدگی سے کہتے اپنی جانب متوجہ کیا تو دونوں اس کی جانب متوجہ ہوئے، جو ملازمہ سے معاذ کو چائے سرو کرنے کا کہہ رہا تھا۔

پریسہ اور معاذ نے بغور اس کا سخت انداز دیکھا۔ ملازمہ معاذ کو سرو کر کے سیف کے اشارے پر باہر نکل گئی، جبکہ پریسہ کا چہرہ تضحیک کے احساس سے سرخ ہوا معاذ بے چارا ہکا بکا بیٹھا باری باری دونوں کو دیکھ رہا تھا۔

"چائے پیجیے" معاذ سیف نے سنجیدگی سے کہا تو اس نے تعجلت چائے ختم کر کے کپ واپس رکھا۔

"اب آپ جا سکتے ہیں!" سیف کے سنجیدہ انداز پر معاذ کے ساتھ پریسہ بھی سرخ چہرہ لیے کھڑی ہوئی۔

"مس صحافی! آپ نہیں جائیں گی۔" سیف اٹھ کر اس کے مقابل آیا۔

معاذ نے حیرت جبکہ پریسہ نے بے یقینی سے اس کا دھونس بھرا انداز دیکھا۔ جس نے معاذ کا چہرہ فوکس کیا ہوا تھا۔

"اور میرا پیغام اپنے ہارون صاحب کو دے دینا۔ اس نے جو میری بیوی کو بطور چارہ، میرے سامنے پیش کیا ہے اس کا خمیازہ بھگتنے کے لیے تیار رہے۔ اب آپ جا سکتے ہیں؟" معاذ کو ششدر دیکھ

Scanned with CamScanner

کر اس کا لہجہ انتہائی سخت ہوا تو معاذ بوکھلا کر بھاگا۔

''یہ کک۔ کیا بے ہودہ بات کی ہے آپ نے؟'' پریسہ کو چند لمحے لگے تھے سنبھلنے میں۔

''نکاح بے ہودہ نہیں ہوتا وائف! اسے جھٹلانے والے بے ہودہ ہوتے ہیں۔'' سیف کو اپنی جانب بڑھتے دیکھ کر پریسہ نے بوکھلا کر پیچھے ہٹنا چاہا مگر سیف نے سرعت سے اس کی کلائی تھام کر سامنے کیا وہ لڑکھڑا کر اس کے مقابل آئی۔

''منع کیا تھا تم آئندہ لڑکیوں کی طرح، ڈریسنگ کرو گی مگر تمہیں میری باتیں سمجھ میں کہاں آتی ہیں!'' پریسہ کا خوف سے زرد چہرہ دیکھتے سیف نے نرم لہجہ اپنایا۔ ''لیکن خیر، اب میرے ساتھ رہو گی تو سب سیکھ جاؤ گی۔'' اس نے ہاتھ سے اس کی لٹ کان کے پیچھے کی، پریسہ تڑپ کر مچلی۔

''ڈونٹ ٹچ می! میں نہیں مانتی آپ کی بات جھوٹ ہے یہ، اگر ہمارا نکاح ہوا ہوتا تو مجھے علم ہوتا، نہیں رہنا مجھے یہاں۔''

اس نے نم سے لہجے میں کہتے کلائی چھڑوانا چاہی مگر مقابل کی گرفت مضبوط تھی۔ سیف نے دوسرے ہاتھ سے سیل نکالتے، چند بٹن دباتے اسکرین پریسہ کے سامنے کی جس کی نگاہیں نکاح نامہ پر جم گئی تھیں۔ تب ہی سیف کے سیل پر کال آ گئی۔ اس نے فوری ریسیو کی۔

''السلام علیکم!'' مسلسل مزاحمت کرتی پریسہ کی کلائی مضبوطی سے تھامتے وہ سنجیدگی سے بولا۔

''وعلیکم سلام، چاچو مجھے شہر آنا ہے۔'' خانی کی فرمائش پر وہ مسکرایا۔

''کیوں میرا بچہ؟'' پریسہ نے مزاحمت ترک کرتے اسے فیملی ممبر سے بات کرتے دیکھ کر چلانا چاہا مگر وہ جو پوری طرح متوجہ تھا۔ فوری اس کے منہ پر ہتھیلی جماتے آواز کا گلا گھونٹا۔

''میں بور ہو رہی ہوں ناں چاچو! آپ سے ملنا ہے۔''

''فی الحال نہیں میرا بیٹا! آپ شہری چاچو کے ساتھ کھیلو ناں اور بھائی کے ساتھ۔'' پریسہ نے دانت اس کی ہتھیلی پر گاڑھے تو اس نے دانتوں پر دانت جماتے پریسہ کو گھما کر اس کا چہرہ اپنے سینے میں بھینچ لیا۔

''میں ابھی چاچو کو کال کرتا ہوں، وہ آپ کو باہر لے جائیں گے۔''

''تھینکس چاچو۔'' خانی چہکی۔

''موسٹ ویلکم میرا بچہ!'' محبت سے کہتے کال کاٹتے اپنی مضبوط گرفت میں نازک سے سراپے کو دیکھتے اس کا چہرہ سامنے کیا جو پسینہ پسینہ ہو رہا تھا پلکیں لرز رہی تھیں۔

''تم تو بالکل جنگلی ہو! اتنی زور سے کاٹتے ہیں۔'' اس کی غیر ہوتی حالت دیکھتے قصداً لہجہ نارمل کیا اور ہتھیلی سامنے پھیلائی دانتوں کے نشان تھے۔

''چلو اب آرام کرو۔'' اس کا چہرہ تھپتھپایا۔

''مجھے جانا ہے۔'' پریسہ نے پلکیں اٹھاتے کپکپاتے لہجے میں کہا۔

''یہاں سے جانے کے بارے میں تو سوچنا بھی مت۔'' سیف نے سنجیدگی سے کہتے اس کا مفلر کی طرح لپٹا دوپٹہ اتارا، پریسہ نے خوف سے اس کا چہرہ دیکھا جو اب دوپٹہ پھیلا کر اس کے سر پر اوڑھا رہا تھا۔ ''دیکھو ایسے دوپٹہ لیتے کتنی پیاری لگ رہی ہو۔'' اس نے پریسہ کا رخ قد آدم آئینے کی جانب موڑا جہاں دونوں پاس کھڑے مکمل لگ رہے تھے۔

''مجھے مما سے بات کرنی ہے۔'' پریسہ نے فوراً آئینے سے نگاہ ہٹائی۔

''تو کر لو ناں، میں نے منع تو نہیں کیا لیکن اس گھر سے باہر نکلنے کی سوچنا بھی مت ابھی مجھے جانا ہے، ملازمہ تمہیں گھر دکھا دے گی۔''

☆☆☆

سفینہ کو تو رتی برابر یقین نہیں آ رہا تھا کہ قسمت اس کے ساتھ کیا وار کر گئی ہے۔ مہروز اور اس کی مزاحمت کی پرواہ کیے بغیر شجاعت اللہ نے اس کے نانا کو بلوا کر دونوں کا نکاح پڑھوا دیا تھا، تین ماہ گزر چکے تھے ان کے نکاح کو۔ شارقہ جو مہروز کی تایا زاد کزن

Scanned with CamScanner

تھی اس سے مہروز نے پسند سے شادی کی تھی۔ قاسم چار ماہ کا ہو گیا تھا۔ شارقہ کے لبوں پر گویا قفل لگ گیا تھا۔

وہ بس روبوٹ کی مانند اپنے امور سرانجام دیتی رہتی جبکہ سفینہ نے اس کا جینا حرام کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ اس نے ہر طرح سے حویلی والوں کو زچ کرنے کی کوشش کی تھی مگر وہ لوگ بھی جانے کس مٹی سے بنے تھے کہ کوئی ردعمل ہی نہ دکھاتے تھے۔

اس روز دلاور اور مہروز گھر واپس آئے تو نگاہ بے ساختہ سامنے کچن سے چائے لاتی، شارقہ پر پڑی جو اپنے ہی دھیان میں تھی جبکہ سفینہ نے نفرت سے اس کا چہرہ دیکھا، جسے مہروز اتنی محبت، چاہت اور آنکھوں میں چمک لیے دیکھتا تھا۔ ایسا بھی کیا تھا اس عام سے چہرے میں، وہ جارحانہ شارقہ کی جانب بڑھی۔ مہروز اس کا ارادہ بھانپتے، تیز قدموں سے اس کی جانب بڑھا مگر سفینہ نے جان بوجھ کر، ہاتھ مارتے چائے کی ٹرے گرائی جو شارقہ کے ہاتھ پاؤں جھلسا گئی۔

"شارقہ!" مہروز نے سفینہ کو دھکیلتے شارقہ کا تکلیف کی شدت سے سرخ چہرہ ہاتھوں میں لیا۔ مہروز نے ملازمہ کو فرسٹ ایڈ باکس لانے کا کہتے شارقہ کو بٹھایا۔ جبکہ سفینہ نفرت بھری نگاہ ان تینوں پر ڈالتی پاؤں پٹختی کمرے میں چلی گئی۔

☆☆☆

"کیا مسئلہ ہے تمہارے ساتھ، کھانا کیوں نہیں کھا رہیں تم؟" سیف جارحانہ انداز میں دروازہ کھولتے اندر داخل ہوا، جہاں وہ کل سے بھوکی پیاسی پڑی تھی، ملازمہ کے بتانے پر اس کا چہرہ سرخ ہوا تھا۔ پریسہ اس کی آواز سنتے ہی جھٹکے سے سیدھی ہوئی، شدید گریہ وزاری سے سرخ سوجی آنکھوں، بکھرے بال سیف کو بے ساختہ ترس آیا مگر ہمدردی جتانے کا مطلب تھا آبیل مجھے مار۔

"میں نہیں مانتی اس نکاح کو۔" پریسہ اس کے مقابل کھڑی ہوئی۔

"تو ٹھیک ہے! کل دوبارہ نکاح پڑھوا لیتے ہیں۔" سیف مطمئن انداز میں بولا۔

"مجھے نہیں رہنا آپ کے ساتھ۔" اس نے بے دردی سے چہرہ رگڑا۔

"رہنا تو پڑے گا۔ ہنس کر یا رو کر۔ تمہاری مرضی ہے۔" سیف نے بے نیازی سے شانے اچکائے۔

"سیف! پلیز" وہ ملتجی ہوئی تو اس نے لب بھینچتے اس کی حالت دیکھی۔

"مجھے مما کے پاس جانا ہے۔ وہ ناراض ہیں مجھ سے بات بھی نہیں کر رہیں۔" اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے، سیف نے نرمی اور محبت سے اس کا چہرہ ہاتھوں کے پیالے میں سمیٹا۔

"دیکھو صحابی! تم ایسے کمزور لوگوں کی طرح روتے ہوئے بالکل اچھی نہیں لگتیں۔ تم پر تمہارا پرانا انداز اچھا لگتا ہے۔"

"اچھی نہیں لگتی تو جانے دیں نا، مجھے یہاں سے۔" نم لہجے میں کہتے سیف کے ہاتھوں میں ہاتھ رکھے، انداز اس قدر معصومانہ تھا کہ سیف نے بے ساختہ جھکتے، اس کی پیشانی چومی، پریسہ اس کی حرکت پر ٹپٹا کر پیچھے ہٹی۔ چہرہ حیا سے گلال ہوا۔

"آئندہ جب بھی روؤ گی ایسا ہی ہوگا۔ فیصلہ تمہارا ہے چاہو تو ڈٹ کر مقابلہ کرو یا رو کر۔ مجھے قریب آنے کا موقع دو۔" سیف دو قدم اس کی جانب بڑھا۔

"میں نہیں ڈرتی آپ سے۔"

"گڈ میں بھی تو یہی چاہتا ہوں کہ تم ڈرو مت! اب جلدی سے فریش ہو پھر کھانا کھاتے ہیں بھوک لگ رہی ہے۔" نرمی سے گال تھپتھپایا۔

"میں بتا رہی ہوں آپ کو! بھاگ جاؤں گی میں یہاں سے۔" پریسہ کی بچکانہ دھمکی پر سیف نے مسکراہٹ دبائی۔

"اجازت ہے اگر بھاگ سکتی ہو تو بھاگ

Scanned with CamScanner

جانا۔"

"رئیلی۔" پریسہ نے حیرت و بے یقینی سے اس کا چہرہ دیکھا جو سر خم کرتے پیچھے ہٹ گیا تھا۔

☆☆☆

"تمہیں اندازہ بھی ہے۔کیا کیا ہے تم نے۔"

شارقہ کو دوائیں دیتے مہروز جارحانہ انداز میں دروازہ دھکیلتے ،اندر داخل ہو کے دھاڑا سفینہ جو اوندھے منہ بیڈ پر لیٹی تھی ،جھٹکے سے سیدھی ہوئی مہروز کا وجیہہ چہرہ ضبط سے سرخ تھا۔

"کیا کیا ہے میں نے؟" مہروز نے آگے بڑھ کر اسے بازو سے دبوچتے سامنے کھڑا کیا۔

"اتنی ہی معصوم ہونا تم ، جسے اندازہ ہی نہیں کہ آخر اس نے کیا کیا ہے؟"

"معصوم تو میں ہرگز نہیں ہوں مہروز شجاعت۔" اس نے ہاتھ جھٹکتے استہزائیہ انداز میں کہا۔

"معصوم فرشتہ تو وہ تمہاری ،شارقہ بی بی ہے جس کے تم دیوانے ہو۔"

"شٹ اپ نام مت لو اس کا!" مہروز چلایا۔

"کیوں نہ لوں؟" سفینہ بھی دوبدو چلائی۔

"وہی گھٹیا لڑکی ہے ناں جس کی وجہ سے مجھے اگنور کرتے ہو؟"

"اپنے گریبان میں جھانکو اور ایمان داری سے فیصلہ کرو،سفینہ! کہ دراصل گھٹیا کون ہے؟"

"گھٹیا تم ہو مہروز !اور تمہاری وہ چہیتی معصوم فرشتہ۔" ان کے جھگڑے کی آواز باہر تک جا رہی تھی تب ہی دروازے پر دستک ہوئی۔مہروز نے آگے بڑھتے دروازہ کھولا۔

"مہروز! بابا سائیں بلا رہے ہیں۔" دروازے کی چوکھٹ میں کھڑی بھابھی نے ایک نفرت بھری کٹیلی نگاہ اس خوب صورت چڑیل پر ڈالی۔

"مہروز! تم کیا چاہتے ہو؟" شجاعت کے سوال پر اس نے لب بھینچے مگر بولا کچھ نہیں۔

"ہماری طرف سے اجازت ہے،تم اس لڑکی کو رکھنا چاہو یا چھوڑنا،تمہاری مرضی ہے۔"

مہروز نے بے ساختہ ان کا چہرہ دیکھا۔

"مجھے اول روز سے تم پر اعتبار تھا۔" مہروز نے بے یقینی سے ان کا چہرہ دیکھا۔

"مگر مجھ سے اس لڑکی کو پرکھنے میں بھول ہوگئی۔وہ بیٹی ہے گھر چل کر آئی تو مجھے لگا شاید اسے تم سے محبت ہے،اس لیے اپنی عزت داؤ پر لگائی مگر یہ تو اب معلوم ہوا کہ یہ تو ضد اور انا کا کھیل تھا۔تم آزاد ہو فیصلے میں، ہماری طرف سے تم پر کوئی دباؤ نہیں ہوگا۔"

☆☆☆

اس روز فراغت کے باعث سیف گاؤں جانے کی تیاری کر رہا تھا، جہاں سب اس سے پریسہ کے متعلق جاننے کے لیے بے تاب تھے جبکہ اس نے سختی سے سب کو منع کر رکھا تھا یہاں آنے سے۔سفید کلف لگے شلوار سوٹ ،کلائی پر بیش قیمت گھڑی، ہلکی سی شیو میں ہمیشہ کی طرح وہ بہت وجیہہ لگ رہا تھا۔ کلون اسپرے کرتے گاڑی کی چابی اور موبائل اٹھاتے اس نے سرسری نگاہ، ایل ای ڈی پر ڈالی جہاں پورے گھر کی سی سی ٹی وی فوٹیج چل رہی تھی۔

"بہت دلچسپ۔" ایک منظر دیکھتے اس کے لبوں سے ساختہ نکلا تو فرصت سے صوفے پر بیٹھتے ،صوفے کی بیک پر کہنی ٹکاتے شہادت کی انگلی ہونٹوں پر جمائے از حد دلچسپی سے پریسہ کو چوروں کی طرح ،دبے قدموں اپنے کمرے سے نکلتے دیکھا ،لبوں کو دلکش مسکان چھوگئی (یہ کیا کرنے جا رہی ہے؟)

پریسہ اب ادھر ادھر دیکھتے اوپر جا رہی تھی سیف کی نگاہیں اس کے ساتھ سفر کر رہی تھیں۔اب وہ چھت پر پہنچ کر پائپ کا جائزہ لے رہی تھی (اوہو سیف بے ساختہ ہنسا۔محترمہ فرار ہونے کی کوشش میں ہیں) سفید چکن ٹراؤزر کے ساتھ سرخ لمبی قمیص بالوں کا رف سا جوڑا، دوپٹہ شانوں سے گزار کر کمر پر باندھا ہوا تھا۔

"بے وقوف لڑکی، جہاں سے کوشش کر رہی ہو، سیدھا لان میں اترو گی۔" سیف نے مسکراتے ہوئے

سر جھٹکا تب ہی اس کی مسکراہٹ سمٹی وہ بوکھلا کر کھڑا ہوا، پریسہ کی گرفت پائپ پر چھوٹ رہی تھی سیف تیزی سے باہر بھاگا لیکن جب تک وہ باہر نکلا۔

پریسہ لان میں دھپ سے گر چکی تھی، نہ جانے کہاں چوٹ لگی تھی اسے کہ آنسو تسلسل سے بہہ رہے تھے۔ ایک پل کے لیے سیف کے دل کو کچھ ہوا لیکن پھر نارمل ہو گیا (چلو اچھا ہے آئندہ کے لیے سبق مل گیا) وہ مضبوط قدم اٹھاتا اس کے پاس پہنچا جو پاؤں کو دیکھتے، روئے جا رہی تھی سیف پنجوں کے بل سامنے بیٹھا۔

''چچ۔ سو سیڈ پریسہ!'' سیف الملوک نے مصنوعی تاسف کا اظہار کیا تو پریسہ نے نم آنکھوں سے اس کا وجیہہ چہرہ دیکھا پھر فوری نگاہ ہٹائی وہ لگ ہی اتنا دلکش رہا تھا۔

''بھاگنے کی اچھی کوشش تھی مگر بیڈ لک، مگر کوئی بات نہیں اگلی بار شاید کامیاب ہو جاؤ۔'' پریسہ نے آنکھیں رگڑتے شکوہ کناں نگاہوں سے دیکھا۔ جو اس کی تکلیف کا پوچھنے کے بجائے گھٹنوں پر کہنیاں ٹکائے پنجوں کے بل بیٹھا اسے زچ کر رہا تھا۔

''تکلیف سے میری جان نکل رہی ہے اور آپ کو مذاق سوجھ رہا ہے!'' چہرہ رگڑتے نروٹھے پن سے کہا تو سیف نے مسکراہٹ چھپائی۔

''تم ایک نالائق لڑکی ہو جسے طنز اور مذاق میں فرق بھی نہیں معلوم! یار میں طنز کر رہا ہوں۔'' اس نے مصنوعی تاسف سے کہتے سر جھٹکا۔

''میرا پاؤں ٹوٹ گیا ہے؟'' پریسہ نے خود ہی بتایا۔

''تو مجھے کیوں بتا رہی ہو۔'' میں نے تو نہیں کہا تھا اسٹنٹ کرو۔'' وہ دل کی دہائی نظر انداز کرتا اسے ڈپٹ کر کھڑا ہوا۔

''آپ کو مجھ پر بالکل ترس نہیں آ رہا؟'' اس کی معصومیت نے سیف الملوک کا دل لوٹ لیا۔ ''میری تکلیف، میرے آنسو اثر نہیں کرتے آپ پر؟''

سیف پھر سے اس کے مقابل بیٹھا۔

''اگر میں کہوں کہ اس وقت مجھ پر تمہارے آنسوؤں اور تکلیف کا کوئی اثر نہیں ہو رہا تو؟'' پریسہ نے شکوہ کناں نگاہوں سے اس بے حس کو دیکھا۔ سیف مسکرایا پھر چند لمحوں کے توقف کے بعد پھر سے گویا ہوا۔

''اگر میں کہوں، مجھے تمہارے آنسوؤں سے فرق نہیں پڑتا تو یہ جھوٹ ہوگا۔'' پریسہ نے جھٹکے سے سر اٹھاتے اسے دیکھا جس نے دل پر ہاتھ رکھتے سر خم کیا تھا۔ وہ مرد ہی کیا جو عورت کے آنسوؤں سے نہ پگھلے۔'' اس کے جملے ——— نے پریسہ کا چہرہ زرد سے سرخ کر دیا، سیف نے دلچسپی سے اس کا رنگ بدلتا چہرہ دیکھا۔

''چلیں'' سیف نے ہاتھ اس کے سامنے پھیلایا۔

''کہاں؟'' پریسہ نے ناسمجھی سے اس کی پھیلی ہتھیلی کو دیکھا۔

''اندر چلتے ہیں ناں۔'' پھر ڈاکٹر کو کال کرتا ہوں۔'' سیف سنجیدہ تھا۔

''آپ ملازمہ کو بلا دیں پلیز! میرے پاؤں میں بہت درد ہے۔'' آنکھیں پھر سے نم ہوئیں۔

''ملازمہ پین کلر ہے کیا؟'' سیف نے جس قدر حیرت سے پوچھا، وہ پریسہ کو مسکرانے پر مجبور کر گیا۔

''نہیں مگر وہ مجھے سہارا دے کر اندر لے جائے گی ناں۔'' سیف نے اس کی بات پر گھورا۔

''مجھے ایسے نخرے بالکل نہیں پسند پریسہ سیف الملوک صاحبہ!'' جھک کر نرمی سے اسے بازو میں بھرتے انداز، استحقاق سے بھرپور تھا۔

☆☆☆

''مجھے طلاق چاہیے۔'' مہروز تھکے قدموں اندر داخل ہوا تو سفینہ بازو سینے پر لپیٹے اس کے سامنے آئی۔ اس نے ناسمجھی سے اس لڑکی کو دیکھا۔ جس نے اپنے ساتھ مہروز کی زندگی کو بھی تماشا بنا دیا تھا۔ کس قدر آسانی سے وہ طلاق کا مطالبہ کر رہی تھی۔

''مسٹر مہروز شجاعت مجھے طلاق چاہیے!''

"وجہ؟" مہروز نے ضبط سے گہری سانس لیتے تحمل سے پوچھا۔

"کیونکہ مجھے اس گھٹن زدہ ماحول سے وحشت ہوتی ہے۔"

"مت بھولو یہ وحشت زدہ ماحول تمہیں تمہارے ہی کرتوتوں کے باعث ملا ہے۔ بھول جاؤ کہ میں تمہیں طلاق دوں گا۔"

"طلاق تو تمہیں دینی ہی ہوگی۔" وہ استہزائیہ مسکرائی۔ "کیونکہ مجھے تم میں رتی برابر دلچسپی نہیں۔ تم صرف میری ضد تھے۔" مہروز کا چہرہ اہانت کے احساس سے سرخ ہوا۔

"ویسے بھی تمہاری چہیتی بیوی ہے تو سہی تمہارے پاس، کیا تمہاری غیرت یہ گوارا کرتی ہے کہ ایسی لڑکی سے رشتہ نبھاؤ جسے تمہاری صورت سے بھی کراہیت آتی ہے۔"

"تم سامان پیک کرو شام میں لالا جا رہے ہیں تمہیں چھوڑ دیں گے۔ طلاق نامہ بہت جلد مل جائے گا تمہیں۔" واش روم کی جانب بڑھتے مہروز نے عام سے انداز میں کہتے سفینہ پہ سکتہ طاری کر دیا۔ اس نے بے یقینی سے مہروز کی پشت دیکھی۔

"رئیلی؟"

"اس میں اتنا حیران ہونے والی کیا بات ہے؟" مہروز اس کے روبرو ہوا۔ "میں بھی تمہاری محبت میں مجنوں نہیں بنا کہ چھوڑ نہ سکوں، میں تو بس اپنے ضمیر کو مطمئن کرنا چاہتا تھا تمہارا شکریہ اس احسان کے لیے کہ میرے ضمیر کو سرخرو کر دیا ورنہ شاید پوری زندگی اپنی بیوی کو چھوڑنے کا پچھتاوا رہتا۔"

مہروز کے سرد الفاظ کسی طمانچے کی طرح سفینہ کے منہ پر لگے تھے۔

☆☆☆

"صاحب! سفینہ صاحبہ آئی ہیں!" سیف اپنے کمرے میں تھا جب انٹرکام پر اطلاع دی گئی۔

"بھیج دو۔" سنجیدگی سے وہ روم سے نکلا وہ اس وقت سفید شلوار اور سیاہ کرتے میں ملبوس تھا۔ ہاتھ سے بال سنوارتے سامنے روم کے دروازے پر دستک دیتے اندر داخل ہوا۔

پریسہ نے بے ساختہ آنے والے کو دیکھا سوئے اتفاق، اس نے بھی سفید ٹراؤزر کے ساتھ سیاہ اے لائن شرٹ پہنی ہوئی تھی۔

"پندرہ منٹ تک ڈرائنگ روم میں آجانا۔" کہتے ہوئے پلٹ گیا اور اگلے پل وہ سلام کرتے ڈرائنگ روم میں داخل ہوا۔ سفینہ نے چونک کر اس کی جانب دیکھا، اونچا لمبا وجیہہ نوجوان، ایک لمحے کے لیے انہیں بیٹی کے نصیب پر رشک آیا۔ لیکن پھر مہروز کے الفاظ نے ان کے تاثرات سرد کر دیے۔

"بیٹھیے پلیز!" سیف نے سنجیدگی سے کہتے ملازمہ کو انہیں چائے دینے کا کہا مگر سفینہ نے ہاتھ اٹھاتے منع کر دیا۔

"میں یہاں صرف اپنی بیٹی سے ملنے آئی ہوں!" ان کا انداز ہتک آمیز تھا۔ سیف نے مٹھیاں بھینچ کر ضبط کرتے ملازمہ کو جانے کا اشارہ کیا۔

"مما! تب ہی خوشی سے بھرپور چہکار پر سیف اور سفینہ متوجہ ہوئے۔ پری بھاگتے ہوئے ماں سے لپٹی۔ سفینہ نے بے ساختہ اس کی پیشانی چومی۔ سیف نے ایک کے بعد دوسری نگاہ ان پر نہیں ڈالی تھی۔

"کیسی ہے میری بیٹی؟" سفینہ نے اس کے بال سہلاتے نرمی سے پوچھا۔

"میں ٹھیک ہوں، آپ کیسی ہیں مما؟" اس نے محبت سے ماں کے ہاتھ چومے۔

"تمہیں میری یاد نہیں آتی؟" سفینہ نے شکوہ کیا۔

"بہت آتی ہے مما۔"

"تو پھر چلو مما کے ساتھ۔" سیف مٹھیاں بھینچے جھٹکے سے کھڑا ہوا ماں بیٹی نے چونک کر اس کا انداز دیکھا۔

"چائے وغیرہ تو آپ لیں گی نہیں اور بیٹی سے آپ مل چکی ہیں اور میرے پاس بھی وقت نہیں ہے، سو آپ جا سکتی ہیں۔" سفینہ کا چہرہ اہانت کے احساس

سے جبکہ پریسہ کا غصے سے سرخ ہوا۔

"آپ میری مما کے ساتھ ایسے بی ہیو نہیں کر سکتے۔"

"یہ میرا گھر ہے پریسہ سیف الملوک صاحبہ! آپ جا سکتی ہیں۔"

پریسہ کو جواب دیتے وہ پھر سے سفینہ کی جانب متوجہ ہوا جو تیز قدموں سے باہر نکلی تھیں، سیف نے ان کے پیچھے جاتی پریسہ کی کلائی تھامی۔ "اگر تم نے ایک قدم بھی باہر نکالا تو بہت بری طرح پیش آؤں گا۔" خفگی سے کہتے وہ باہر آیا۔ جہاں سفینہ گاڑی میں بیٹھ رہی تھیں۔

"ایک منٹ!" سفینہ نے کھا جانے والی نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"مزید بھی کچھ رہ گیا ہے کہنے کو؟" انہوں نے دانت پیسے۔

"میں نے بہت عزت دی تھی آپ کو مگر آپ نے کیا کیا؟" سیف کا لہجہ چبھتا ہوا تھا۔

"میرے گھر میں بیٹھ کر، رزق کی بے ادبی کی اور میری بیوی کو ورغلا رہی تھیں آپ!" سنجیدگی سے گارڈز کو قریب آنے کا اشارہ کیا۔

"یس سر!" وہ مؤدب سے قریب آئے سیف ایک سنجیدہ نظر سفینہ پر ڈالتے گارڈز سے بولا۔

"آج کے بعد بنا میری اجازت، کوئی بھی انسان گھر میں داخل نہ ہو اور نہ ہی کوئی باہر جائے، خواہ میری بیوی ہی کیوں نہ ہو، اگر جانا چاہے تو شوٹ کر دینا۔" سفینہ نے ہکا بکا ہو کر اس سر پھرے کو دیکھا، وہ تو ہو بہو اپنے چچا پر گیا تھا۔ اس کے اشارے پر گارڈز سر خم کرتے پلٹ گئے۔

"آپ انہیں کیسے یوں جانے کا کہہ سکتے ہیں وہ میری مما ہیں۔" وہ واپس اندر آیا۔ تو غصے میں بھری پریسہ پھٹ پڑی۔

"مما ہیں تو مما کی طرح ہی بی ہیو کریں ناں۔"

وہ اسے سائڈ پر کرتے کمرے میں داخل ہوا۔

"آپ تو کہیں جانے والے تھے۔ یہی بہانا بنایا تھا اب کمرے میں کیوں جا رہے ہیں؟"

پریسہ دانت پیستے اس کے پیچھے کمرے میں داخل ہوئی سیف ڈریسنگ روم میں چلا گیا۔ باہر آیا تو بلیک تھری پیس میں ملبوس تھا۔ بال بناتے وہ پری کی تفصیلی نگاہوں کو یکسر نظر انداز کر رہا تھا۔

"میں کچھ پوچھ رہی ہوں؟" پریسہ اس کے سامنے آئی۔ سیف نے اطمینان سے کلائی پر گھڑی باندھتے بیوی کا پھولا چہرہ دیکھا۔

"پریسہ سیف الملوک صاحبہ! میں نا تو جھوٹ بولتا ہوں اور نہ ہی بہانے بناتا ہوں، جو کرنا ہوتا ہے وہ ڈنکے کی چوٹ پر کرتا ہوں۔ اگر آپ کو یہ غلط فہمی ہے کہ میں نے آپ کی ڈیئر مما کو بہانے سے بھیجا ہے تو آپ غلط ہیں۔

مجھے واقعی کہیں جانا تھا اور اکیلا تمہیں ان کے پاس، چھوڑنے کا رسک میں لینا نہیں چاہتا تھا۔ اور ہاں، آج کے بعد نہ تم ان سے ملو گی اور نہ ہی بات کرو گی اور ہاں باہر جانے کی کوشش تو بالکل مت کرنا کیونکہ میں گارڈ کو اجازت دے چکا ہوں، وہ بنا پوچھے شوٹ کرنے کے پابند ہیں۔" پریسہ جو انتہائی غصے سے سیف کی باتیں سن رہی تھی آخری بات پر بے ساختہ ہنس پڑی۔

"اور یکی! آپ نے مجھے شوٹ کرنے کے آرڈرز دیے ہیں واؤ۔" سیف نے اس کے نان سیریس انداز پر سر جھٹکا۔ (یہ لڑکی اسے بھی تک نہیں سمجھی تھی)

"پھر تو میں ضرور جاؤں گی۔"

"میں سیریس ہوں مسز سیف! میں گارڈز کو آرڈر دے چکا ہوں آپ باہر جانے کی کوشش مت کیجیے گا۔" سیف سنجیدگی سے کہتے باہر نکل گیا۔ جبکہ پریسہ نے ناک سے مکھی اڑائی وہ بھلا کیسے اسے شوٹ کرنے کے آرڈرز دے سکتا۔

☆☆☆

سفینہ کو حویلی سے آنے کے بعد خوش خبری ملی تھی۔ وہ اپنے بچے پر حویلی والوں کی پرچھائی بھی نہیں

پڑنے دینا چاہتی تھی۔ اسی لیے ماموں کے پاس کینیڈا چلی گئی جہاں پریسہ کی ولادت ہوئی تھی۔ اور ہر ماں کی طرح سفینہ کو بھی بیٹی سے بے انتہا محبت تھی۔ نانا اور ماموں کے بارہا کہنے کے باوجود وہ دوسری شادی کے لیے نہیں مانی تھی۔ پریسہ تین برس کی تھی جب وہ لوگ پاکستان لوٹ آئے تھے۔ مہروز کو بھی بیٹی کی پیدائش کی خبر ہو چکی تھی۔ وہ اس ننھی سی پری سے ملنے کو بے تاب تھے۔ پریسہ ساڑھے تین برس کی تھی، اس کا اسکول میں ایڈمیشن ہو چکا تھا جب مہروز ایک روز اس کے اسکول چلے گئے۔

☆☆☆

پچھلے چند روز سے سیف الملوک مصروفیت کے باعث کافی تاخیر سے گھر آتا تھا۔ پریسہ کو کتنے دن ہو گئے تھے اس سے بات کیے۔ اس وقت شام ڈھل رہی تھی، دوپہر سے اب تک پری اسے بیسیوں کالز کر چکی تھی۔ ٹیرس سے گھر کے لان کا جائزہ لیتے اس نے پھر سے سیف کا نمبر ملایا۔

"کیا مسئلہ ہے یار! کیوں بار بار تنگ کر رہی ہو؟" پہلی بیل پر کال ریسیو کرتے سیف نے بڑے ضبط سے پوچھا تو وہ مسکرائی۔

"جانتی ہو فارغ نہیں بیٹھا ہوا ہیں، کوئی کام ہے تو بتاؤ، ورنہ دوبارہ کال کی تو بالکونی سے نیچے پھینک دوں گا۔"

"کب آئیں گے؟"

"آ رہا ہوں بھئی، پانچ منٹ میں گھر ہوں گا تو پلیز اگلے سیکنڈ کال مت کر دینا۔ میں پہلے ہی بہت برداشت کر چکا ہوں، ضبط مت آزمایا کرو میرا۔"

"او کے او کے۔ اب گھر پر بات ہو گی۔" صلح جو انداز اپناتے کال کاٹی کیونکہ احساس تھا کہ وہ سیف کا واقعی ضبط آزما چکی ہے۔

وہ بعجلت سیڑھیاں اترتے باہر آئی۔ سیاہ پاجامہ کے ساتھ سرخ اور مہندی رنگ کی اے لائن شرٹ، پاؤں میں نازک سی سینڈل اور بڑا سا دوپٹہ بالوں کی سادہ سی چوٹی گوندھی ہوئی تھی، تو سیف الملوک نے مجھے شوٹ کرنے کا حکم دیا ہے اس نے رک کر موبائل تھوڑی سے لگاتے سوچا پھر مسکرادی۔

"ٹھیک ہے دیکھ لیتے ہیں۔" پری بھاگ کر پورچ میں گاڑی تک پہنچی تب ہی لینڈ کروز دیوہیکل گیٹ عبور کرتی پورچ میں رکی، پیچھے گارڈ کی جیپ تھی۔ تب ہی سیل اسکرین سے نگاہ اٹھاتے سیف کی نگاہ بیک مرر کی جانب اٹھی جہاں اس نے شیفون کے دوپٹے کی جھلک دیکھی، سر جھٹک کر مسکراہٹ ضبط کی پھر باہر نکل کر دانستہ موبائل دیکھنے لگا۔

پریسہ گاڑی کی اوٹ سے ہوتے کھلے گیٹ کی جانب بڑھ رہی تھی۔

"تو فرار کی کوشش کر رہی ہیں محترمہ!" سیف محظوظ ہوا، وہ گیٹ سے چند قدموں کے فاصلے پر تھی جب سیف الملوک کے ذہن میں جھماکا ہوا مسکراہٹ سمٹی۔ "اوہ شٹ! وہ دیوانہ وار پری کی جانب لپکا۔ اس سے قبل کہ وہ گیٹ کی دہلیز پر قدم رکھتی، سیف نے اسے اپنی مضبوط گرفت میں لیا تب ہی فضا گولیوں کی تڑتڑاہٹ سے گونج اٹھی۔ وہ دونوں ان بیلنس ہو کر ماربل فرش پر گرے تھے۔ سیف سیاہ تھری پیس سوٹ میں چاروں شانے چت تھا اور پری اس کی شرٹ کو مٹھیوں میں دبوچے خوف سے لرزتی اس کے اوپر تھی گارڈز نے مسکراہٹ دباتی نگاہوں کے ساتھ سر جھکائے رخ موڑ لیے۔

سیف کو چند لمحے لگے حواس بحال کرنے میں گارڈز کے رخ موڑنے پر اپنی پوزیشن کا احساس ہوا تو نرمی سے پری کو ہٹاتے اٹھا اور اسے بازو کے حصار میں لیتے اندر چلا آیا۔

"تم ٹھیک ہو پری؟" کمرے میں آ کر اس کے کانپتے وجود کو دیکھتے نرمی سے پوچھا۔ اس کی حالت بہت خراب تھی اور حالت تو خود سیف کی بھی خراب تھی اگر وہ تھوڑا لیٹ پہنچتا؟ اس سے آگے سوچنا محال تھا۔

"لو پانی پیو۔" پریسہ کے قریب بیٹھتے نرمی سے پانی دیا جو وہ غٹاغٹ پی گئی تھی۔ سیف کو خود پر غصہ

آیا۔

"آپ نے واقعی مجھے مارنے کے لیے کہا تھا؟" خوف سے زرد چہرے کے ساتھ آنکھوں میں نمی لیے پریسہ نے دل گرفتی سے پوچھا تو سیف نے بے ساختہ اسے سینے سے لگالیا۔

"وہ لوگ مجھے ماردیں گے ناں؟"

"سوری؟" سیف نے اس کا چہرہ سامنے کیا۔

"وہ ایسا کچھ نہیں کریں گے ریلیکس"

"اگر آپ نہ آتے تو؟"

"کیوں نہیں آتا؟" سیف تو پریسہ کی پرچھائی ہے وہ بھلا کیسے نہیں آتا" نرمی سے اس کے بال سمیٹے۔ تم پر سکون ہوکر لیٹ جاؤ میں ابھی آتا ہوں۔"

"پلیز مت جائیں۔" پریسہ نے اس کا ہاتھ پکڑتے ملتجی لہجے میں کہا۔

"میں کہیں نہیں جارہا، دو منٹ میں واپس آرہا ہوں۔ تم ریلیکس رہو۔" وہ اس کا سر تھپتھپاتے، سرخ چہرہ لیے گارڈز کے سر پر پہنچا۔

"یہ کیا حرکت تھی؟ اندازہ ہے تم لوگوں کو اگر میں ایک لمحہ تاخیر کردیتا تو کیا ہوجاتا۔" سیف کا بس چلتا تو سب کو لائن میں کھڑا کرکے گولیوں سے چھلنی کردیتا۔

"سوری سر۔" مؤدب انداز میں ہاتھ باندھے سر جھکائے گارڈز کی معذرت پر اس نے کھا جانے والی نگاہوں سے انہیں گھورا۔ "سر! آپ کا حکم تھا اور ہم تو حکم کے غلام ہیں۔"

"حکم کے غلام؟" سیف نے دانت پیسے۔ "کامن سینس بھی کوئی چیز ہوتی ہے، اگر میں کہوں گا مجھے شوٹ کردو تو کردو گے؟"

"نو سر"

"نو سر کے کچھ لگتے، جسے شوٹ کرنے لگے تھے وہ بھی میری ہی ذات کا حصہ ہے۔ اگر میں جذبات میں کوئی فضول بات کہوں تو بے وقوفوں کی طرح منہ اٹھا کر تعمیل کرنے مت کھڑے ہوجایا کرو۔" خفگی سے کہتے وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا وہاں سے نکلتا چلا گیا۔

☆☆☆

"سوری! سر مگر آپ کو پہلے کبھی نہیں دیکھا۔"

مہروز پری کے اسکول پرنسپل آفس میں بیٹھا تھا جب تقریباً اس کے ہم عمر صاحب نے شائستگی سے کہا۔

"ایسا ہی ہے مگر میں پری کا فادر ہوں۔" اس نے جیب سے نکاح نامہ نکال سامنے رکھا۔

"ہماری سیپریشن ہوچکی ہے میری بیٹی پچھلے ساڑھے تین سالوں سے، اپنے ننھیال میں ہے اور مجھے اس سے ملنا ہے۔ وعدہ کرتا ہوں اسے دو تین گھنٹے میں واپس اسکول چھوڑ جاؤں گا، اس کے دادا دادی ملنا چاہتے ہیں اس سے۔"

"لیکن! سر یہ مشکل ہے۔ میم سفینہ نے سختی سے منع کر رکھا ہے۔" پرنسپل کا انداز معذرت خواہانہ تھا۔

"وہ میری بھی بیٹی ہے۔" مہروز کا چہرہ سرخ ہوا۔ "اگر چاہوں تو ایک منٹ بھی اپنی بیٹی کو اس کے پاس نہ رہنے دوں۔ لیکن میں اتنی چھوٹی بچی کو ماں سے الگ نہیں کرنا چاہتا۔ نمبر ملایئے میڈم کا، میں خود بات کرتا ہوں۔" پرنسپل نے نمبر بتایا تو مہروز نے ڈائل کرتے سیل کان سے لگایا۔

"مہروز شجاعت بات کررہا ہوں۔"

دوسری بیل پر کال ریسیو ہوگئی تھی۔ ہیلو کے جواب میں، اس نے سپاٹ لہجے میں تعارف کروایا تو دوسری جانب چند لمحوں کے لیے خاموشی چھا گئی۔

"لمبی چوڑی بات نہیں کروں گا، صرف یہ بتانے کے لیے کال کی ہے کہ میں اس وقت اپنی بیٹی کے اسکول اس سے ملنے آیا ہوں۔" سفینہ نے دہل کر سینے پر ہاتھ رکھا۔ "میں اسے گھر لے جانا چاہتا ہوں۔"

"تم ایسا نہیں کرسکتے۔" سفینہ کا لہجہ کپکپایا۔

"باپ ہوں میں، ایسا کرسکتا ہوں دنیا کی کوئی عدالت مجھے اپنے بچے سے ملنے سے روک نہیں سکتی۔ جلدی فیصلہ کرلو، ابھی چند گھنٹوں کے لیے جانے دو گی

اسے میرے ساتھ یا ہمیشہ کے لیے۔''

''پہلے وعدہ دیں آج کے بعد دوبارہ اس سے نہیں ملیں گے؟''

''میرا خیال ہے، دوسرا آپشن پسند ہے تمہیں۔'' مہروز نے چبا چبا کر کہا۔

''نہیں پلیز۔'' زندگی میں شاید یہ پہلا موقع تھا جب سفینہ ایان یوں بے بس ہوئی تھی، وہ بھی اپنی متاع حیات کے لیے، بیٹی ہی تو کل کائنات تھی اس کی۔

''آپ لے جائیں اسے ساتھ۔ چند گھنٹوں کے لیے لیکن پلیز اسے مت چھینیے گا مجھ سے! آپ کے پاس تو قاسم ہے، شہری ہے۔''

''لیکن پری تو نہیں ہے۔'' مہروز نے حسرت بھرے لہجے میں کہا۔

''آپ کے پاس تو اپنی محبت ہے، دو بیٹے ہیں مگر میرے پاس صرف پریسہ ہے۔ اسے مجھ سے الگ مت کریں آپ کو قاسم کی قسم۔'' مہروز نے سختی سے لب دانتوں تلے دباتے، لہو رنگ آنکھوں سے پرنسپل کی جانب دیکھا جو چپراسی سے پریسہ مہروز کو بلانے کا کہہ رہا تھا۔

☆☆☆

''اب کیسی طبیعت ہے؟'' پچھلے چند روز سے پریسہ کو بخار تھا اور سیف دو روز بعد اس کے کمرے میں آیا تھا۔ ٹراؤزر کے ساتھ گول گلے کی سرخ ٹی شرٹ بالوں کو ہاتھوں سے سنوارتے وہ اس کے سامنے تھا۔ پریسہ نے ایک کے بعد دوسری نگاہ اس پر نہیں ڈالی تھی۔

''ناراض ہو؟'' ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے اسٹول پر بیٹھتے پریسہ کا جھکا چہرہ دیکھا لائٹ پرپل سوٹ میں ملبوس وہ اسے نظرانداز کرتے میگزین کے صفحات الٹ پلٹ رہی تھی۔

''میرے پاس ایسا کوئی حق نہیں کہ کسی سے ناراض ہوتی پھروں۔''

''میں کسی کی نہیں اپنی بات کررہا ہوں۔''

سیف نے اس کے مقابل بیٹھتے میگزین لیا۔

''آپ کا شمار بھی کسی میں ہی ہوتا ہے۔'' دانت پیستے میگزین چھیننا چاہا مگر مقابل کی گرفت مضبوط تھی۔ سیف نے دلچسپی سے اس کا خفا چہرہ دیکھا۔

''اچھا۔'' اس نے مصنوعی دکھ سے کہتے گرفت ڈھیلی کی ''میں کسی میں شمار ہوتا ہوں جبکہ میں تو تمہیں بیوی اور خود کو تمہارا شوہر سمجھتا ہوں۔''

''شوہر، بیوی؟'' پریسہ نے دانت پیستے میگزین اسے کھینچ مارا۔

''جنگلی بلی! سیف کراہا۔ ''ظالم لڑکی مار دیا۔''

لیکن پری اس کی اداکاری سے قطعی متاثر نہیں تھی۔

''ایسے ہوتے ہیں شوہر، پچھلے ہفتے سے بخار میں پھنک رہی ہوں اور آپ نے ایک بار بھی نہیں پوچھا۔ رتی برابر پرواہ نہیں میری اور دعوا ہے شوہر ہونے کا۔'' سیف اس شکوے پر سنجیدہ ہوا۔

''مجھ سے اتنے شکوے پال کر تم اپنا قصور چھپا نہیں سکتیں۔''

''میرا قصور؟ میں نے کیا کیا ہے؟''

''میں بیوی مانتا ہوں تمہیں مگر تم مجھے شوہر تسلیم نہیں کرتیں؟'' پری نے بے یقینی سے دیکھا۔

''یہ میں نے کب کہا؟''

''جب تم نکاح کو ہی نہیں مانتیں تو مجھے بحیثیت شوہر کیسے قبول کرسکتی ہو۔'' سیف کو ایک دم غصہ آیا۔

''جاننا چاہتی ہو، میں کیوں نہیں آرہا تھا تمہیں پوچھنے کیونکہ تم نکاح کو نہیں مانتیں۔ مجھے احساس ہوتا تھا میں کسی غیر کے پاس جارہا ہوں اسی لیے نہیں آتا تھا۔''

پریسہ ہکا بکا بیٹھی اس عجیب انسان کو دیکھ رہی تھی۔ وہ کن باتوں کو ذہن و دل میں دبائے بیٹھا تھا۔ حیرت پر غصہ غالب آیا تو اس نے سیف کا گریبان پکڑ کر جھٹکا۔

''اگر میں نکاح کو نہ مانتی ہوتی تو آج یوں لاوارثوں کی طرح آپ کے در پر نہ پڑی ہوتی اگر یہ رشتہ نامنظور ہوتا تو ہر بار، آپ کی موجودگی میں فرار

Scanned with CamScanner

ہونے کا ڈراما نہ کرتی۔ یا میں اتنی بے وقوف لگتی ہوں آپ کو، جسے گھر میں آپ کی موجودگی کا احساس نہیں ہوتا؟''

''کیا میں نہیں جانتی آپ کے سیل اور لیپ ٹاپ پر گھر کی لائیو کوریج دیکھی جاتی ہے۔ کبھی سوچا ہے ان سب باتوں کے بارے میں؟'' وہ دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپاتے پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی سیف پرسکون انداز میں مسکرایا۔ پھر اس کے ہاتھ تھامے۔ ''نہیں رہنا مجھے یہاں چلی جاؤں گی۔''

''آئندہ ایسی بات کی تو جان نکال دوں گا۔'' سیف نے خفگی سے کہتے اس کے آنسو ہتھیلیوں میں سمیٹے۔

بہت طویل سہی داستان دل لیکن
بس ایک شخص ہے لب لباب یعنی تو

☆☆☆

مہروز پریسہ کو حویلی لے کر آیا تو اسے ہاتھوں ہاتھ لیا گیا۔ وہ گول مٹول بہت پیاری بچی تھی جو ٹکر ٹکر سب کی صورتیں دیکھ رہی تھی۔ مہروز کی نگاہیں ہمہ وقت چہرے کا طواف کر رہی تھیں، قاسم محبت سے کبھی اس کے ہاتھ چومتا تو کبھی پیشانی شہریار ایک ماہ کا تھا۔ جبکہ دلاور بھائی کا اکلوتا بیٹا سیف الملوک ساڑھے چھ برس کا تھا، وہ بھی اشتیاق سے اس گڑیا کو دیکھ رہا تھا۔ جو قاسم کی دی چاکلیٹ کھا رہی تھی۔

''مہروز! کیا بات ہے تم پریشان لگ رہے ہو؟'' شجاعت اللہ صاحب نے اس کا بجھا بجھا چہرہ دیکھا تو اس نے خالی خالی نگاہوں سے باپ کی جانب دیکھا پھر آہستگی سے سفینہ کی شرط اور قسم بتائی۔

''دماغ خراب ہے اس کا۔ وہ اتنی سفاک کیسے ہو سکتی ہے۔'' نورین بھابھی کو غصہ آیا۔ ''ہم نہیں جانے دیں گے اپنی بچی کو۔'' نورین نے پریسہ کو سینے سے لگا کر بھینچ لیا تو سیف اٹھ کر ماں کے پاس آیا۔

''مما! یہ ہمارے پاس رہے گی ناں؟ یہ ہماری گڑیا ہے۔ میں نے اللہ سے کہا تھا وہ ہمارے گھر ننھی سی بہنا بھیج دیں اور دیکھیں انہوں نے بھیج دی۔''

اس نے معصومیت سے کہتے قاسم کے انداز میں، پریسہ کا ننھا سا ہاتھ چوما۔ سیف کی باتیں سنتے مہروز کے ذہن میں جھماکا ہوا تو چہرہ جگمگا اٹھا۔

''بھیا، بھابھی! آج اگر میں کچھ مانگوں تو آپ لوگ انکار تو نہیں کریں گے ناں؟''

''کیسی باتیں کر رہے ہو مہروز!'' تمہیں کیا چاہیے بتاؤ اگر میرے بس میں ہوا تو ضرور دوں گا۔''

''آپ میری بیٹی کو بہو بنا لیں۔'' دلاور بھائی، نورین بھابھی، اماں بابا نے چونک کر اسے دیکھا پھر اس کی تجویز پر مسکرا دیے۔

''ٹھیک ہے۔ ہمیں کوئی اعتراض نہیں مگر یہ لوگ ابھی بہت چھوٹے ہیں۔''

''میں ولی ہوں اپنی بیٹی کا۔ بس یہی ایک طریقہ ہے پری کو یہاں لانے کا ورنہ میں ساری عمر اپنی کے لیے تڑپتا رہوں گا۔''

مہروز کا نم لہجہ سب کی آنکھیں نم کر گیا اور یوں وہ دونوں ایک مقدس رشتے میں بندھ گئے۔ مہروز پریسہ کو واپس گھر چھوڑتے نکاح نامے کی فوٹو کاپی سفینہ کے پاس چھوڑتے آئے تھے اور ان کے عمل نے سفینہ ایان کو زخمی ناگن بنا دیا تھا۔ اس نے چھوٹی سی عمر میں ہی پریسہ کے ذہن میں ددھیال والوں کے خلاف زہر بھرنا شروع کر دیا تھا۔

گزرتے وقت کے ساتھ سیف الملوک کو اپنے نکاح کا علم ہو چکا تھا۔ وہ سیاست میں آیا اور پریسہ سے پہلا باضابطہ ٹاکرا اسے کچھ خوش گوار یادیں نہیں دے گیا تھا۔ اسے سفینہ کی ذہنیت پر تاسف ہوا جس نے اپنی انا کی خاطر، بیٹی کو اپنے رشتوں سے متنفر کر دیا تھا لیکن یہ بھی حقیقت تھی کہ پریسہ اسے پسند آئی تھی۔ تھوڑی سی محنت سے وہ اس کے رنگ میں رنگ سکتی تھی۔ ''مجھے آپ سے پرمیشن چاہیے۔'' سیف اس وقت لیپ ٹاپ پر مصروف تھا جب پریسہ نے اندر آنے کا کہا سیف نے نگاہ اٹھاتے اسے دیکھا۔

"کس چیز کی پرمیشن؟"

"مجھے مما سے ملنا ہے پلیز۔" سیف نے سنجیدگی سے اس کا چہرہ دیکھا۔

"اوکے مگر تم وہاں نہیں جاؤ گی، انہیں یہیں بلالو۔"

"تھینکس۔" وہ چہکی پھر ماں کا نمبر ملایا اس جوش و جذبے کو دیکھتے سیف مسکرادیا۔

"وہ آرہی ہیں ۔۔۔ آدھے گھنٹے تک یہاں ہوں گی۔"

"اچھی بات ہے۔" سیف لیپ ٹاپ رکھتے کھڑا ہوا۔ "شام میں ہم حویلی جارہے ہیں۔ وہاں سب لوگ بے چینی سے تمہاری آمد کے منتظر ہیں۔"

"کون سب لوگ؟" پریسہ نے بے تحاشا دھڑکتے دل سے پوچھا تو اس کی حالت سے محظوظ ہوتے سیف مسکرادیا۔

"مما، بابا سائیں۔"

"اور؟" پریسہ نے بے تابی سے پوچھا تو سیف اس کے روبرو ہوا۔

"اور تمہارے بابا، ماما تمہارے بھائی، خانی یاد ہیں سب۔" اس نے نرمی سے اس کا چہرہ ہاتھوں کے پیالے میں سمیٹا۔

"میں تمہیں تمہاری مما سے ملنے سے منع نہیں کررہا مگر ایک بات یاد رکھنا پریسہ سیف الملوک! شادی کے بعد لڑکی پر سب سے زیادہ حق شوہر کا ہوتا ہے اگر وہ تمہیں ساتھ چلنے کا کہیں تو دل سے نہیں، دماغ سے فیصلہ لینا کیونکہ میں تمہیں روکوں گا نہیں اور اگر تم چلی گئیں تو پیچھے بھی نہیں آؤں گا۔"

"میں کہاں جاؤں گی بھلا، آپ خوامخواہ مما سے بدگمان ہیں۔" نروٹھے پن سے کہتے اپنے چہرے سے اس کے ہاتھ ہٹائے۔

"اوکے اوکے۔ میں کچھ نہیں کہہ رہا۔" اس نے صلح جو انداز میں ہاتھ اٹھایا "میں فریش ہوکر آتا ہوں۔" تقریباً آدھ گھنٹہ بعد سفینہ ان کے ہاں موجود تھیں اور پہلی بار کی طرح انہوں نے آج بھی چائے پانی لینے سے انکار کردیا تھا۔ پریسہ نے سیف کا چہرہ دیکھا کہیں وہ ناراض تو نہیں ہوگیا مگر وہ پرسکون لگ رہا تھا۔

"پری! چلو میں تمہیں لینے آئی ہوں۔"

"ک ک کیا مطلب؟" اس نے سیف کے بعد ماں کا سنجیدہ ۔۔۔ چہرہ دیکھا، دل دھک دھک کررہا تھا (یعنی سیف کو اندازہ تھا اس کی ماں کیا کہے گی)

"مطلب تمہیں میرے ساتھ چلنا ہے، تمہیں اپنے دشمنوں کے ہاں نہیں چھوڑ سکتی۔" انداز درشت تھا۔ پریسہ نے پھر سے سیف کا چہرہ دیکھا مگر وہ شانت چپ بیٹھا تھا۔

"جاؤ اور بیگ وغیرہ لے کر آؤ۔" سفینہ نے بیٹی کو ڈپٹا سیف نے سختی سے مٹھیاں بھینچیں۔

"اور لڑکے! جلد طلاق کے پیپرز بھیج دینا۔"

"جی بہتر۔" سیف نے سعادت مندی سے سرخم کیا پریسہ نے نم آنکھوں سے ماں اور شوہر کو دیکھا جو اپنی اپنی انا میں اسے سولی پر لٹکانے کا فیصلہ کیے بیٹھے تھے۔

"مجھے نہیں جانا ماما!" پریسہ کے آنسو گرے۔

"اگر تم نہیں آؤ گی تو میں تمہیں روز محشر دودھ نہیں بخشوں گی۔" اور پریسہ سیف الملوک ہار گئی۔ اتنے برس بعد مہروز کی کہانی، پھر سے انہیں بیس کے فرق سے دہرائی جارہی تھی۔

☆☆☆

"آخر تم نے اسے جانے ہی کیوں دیا، وہ بیوی ہے تمہاری۔ حق رکھتے ہو روکنے کا؟" وہ گاؤں آیا تو سب ہی نے اسے آڑے ہاتھوں لیا۔

"میں کیوں روکتا، وہ خود دودھ پیتی بچی ہے؟ جسے ہاتھ پکڑ کر روک لیتا ہر بات صاف الفاظ میں سمجھائی تھی مگر وہ بھی اپنی ماں کی ہی بیٹی ہے۔" اس کا چہرہ سرخ ہورہا تھا شدت ضبط سے۔

"وہ صرف اپنی ماں کی بیٹی ہی نہیں تمہارے چہیتے چاچو کی بیٹی اور تمہاری بیوی بھی ہے۔ جاؤ اور

Scanned with CamScanner

لے کر آؤ اسے۔"

"میں اسے لینے نہیں جاؤں گا بابا سائیں! اور آئندہ اگر کسی نے مجھے فورس کرنے کی کوشش کی تو یہاں آنا ہی چھوڑ دوں گا۔"

اس کی دھمکی کارگر ثابت ہوئی دوبارہ کسی نے اسے پریسہ کو لانے کے بارے میں نہیں کہا تھا کیونکہ جانتے تھے، وہ جس قدر نرم دل اور خوش مزاج تھا اپنوں کے ساتھ اگر ضد میں آجاتا تو پھر کسی کی سنتا بھی نہیں تھا۔ وہ منتظر تھے کب سیف کا غصہ اترتا ہے جس نے پریسہ کی پلٹ کر خبر تک نہیں لی تھی اسے ہر جگہ سے بلاک کر دیا تھا اور گزرے آٹھ ماہ میں پریسہ نے بھی گھر سے نکلنا چھوڑ دیا تھا۔

اس روز مہروز شہر آئے ہوئے تھے جب انہوں نے شہر کی مشہور گائنا کولوجسٹ کے کلینک سے نکلتے سفینہ کے ساتھ پریسہ کو دیکھا۔ ان کے اندر خوشی کا طوفان برپا ہوا امید کی کرن نظر آئی۔

"آج بہت مہینوں بعد آپ خوش نظر آرہے ہیں۔" گھر آئے تو شارقہ نے ان کا چہرہ دیکھتے سب سے پہلا سوال ہی پوچھا۔

"بات ہے بھی خوشی کی۔" انہوں نے چادر اتار کر بیوی کی طرف بڑھائی۔

"پھر تو مجھے بھی بتائیں، بہت عرصہ ہوا خوش خبری سنے۔" چادر تہہ کرتے شارقہ نے نرمی سے کہا۔

"آپ سیف الملوک سے کہیں، وہ پری کو لے آئے۔" شارقہ نے سنجیدگی سے انہیں دیکھا۔

"آپ جانتے ہیں کس قدر ضدی ہے آپ کا بھتیجا، نہیں مانے گا۔" وہ افسردہ ہوئیں۔

"اب مان جائے گا؟" مہروز مسکرائے۔

"آپ اتنے یقین سے کیسے کہہ سکتے ہیں کہ اب وہ مان جائے گا؟"

"کیونکہ اب وہ۔" مہروز جھجک کر خاموش ہوئے۔

"کیا اب وہ؟" شارقہ نے الجھ کر انہیں دیکھا۔

"شارقہ! آپ سمجھیں کچھ تو ایسا ہوگا جو سیف کا غصہ ختم کر سکے گا۔" شاید زندگی میں پہلا موقع تھا کہ مہروز یوں جھجک رہے تھے، شارقہ نے پرسوچ نگاہوں سے ان کا چہرہ دیکھا۔

"ایک ہی ایسی خبر ہے جو سیف کا غصہ ختم کر سکتی ہے۔"

"اور وہ کون سی خبر ہے؟" مہروز نے بعجلت پوچھا تو وہ مسکرائیں۔

"اولاد کی خبر اگر اسے خوش خبری ملتی تو شاید وہ ضد چھوڑ......"

"میں یہی بتانا چاہ رہا ہوں۔" مہروز نے شارقہ کی بات کاٹی۔ شارقہ نے چونک کر ان کا چہرہ دیکھا۔ پھر ذہن میں کچھ کلک ہوا۔ مہروز کی خوشی، امید اور جھجک۔

کہیں وہ سیف اور پری کے بچے کی بات تو نہیں کر رہے؟

"مطلب ہم نانا نانی بننے والے ہیں، یہی بتانا چاہتے ہیں آپ؟" شارقہ نے بے تابی سے ان کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا تو انہوں نے مسکراتے ہوئے سر کو اثبات میں جنبش دی۔

اس خبر نے حویلی میں خوشی کی لہر دوڑا دی تھی۔ دلاور نے سیف کو کال کر کے فوری حویلی آنے کا حکم دیا تھا۔ وہ شام میں واقعی آگیا تھا۔ کھانا کھاتے دلاور نے اسے اپنے کمرے میں بلایا۔ نورین بھی وہیں تھیں۔

"تم پریسہ بیٹی کو لینے کب جا رہے ہو؟" انہوں نے دوٹوک الفاظ میں پوچھا۔ سیف نے لب بھینچے۔

"میں کچھ پوچھ رہا ہوں سیف!" ان کا لہجہ درشت تھا۔ "آٹھ ماہ تین دن کم نہیں ہوتے، آخر تم کب چھوڑو گے ضد؟"

"میں نے اسے گھر سے جانے کا نہیں کہا تھا۔ اسی لیے لینے بھی نہیں جاؤں گا۔ کیونکہ اس کی رگوں میں اپنی ماں کا خون دوڑتا ہے (سارا غصہ سفینہ پر ہی تھا)"

"مت بھولو! وہ تمہارے چچا کا بھی خون

ہے۔'' انہوں نے دانت پیسے، نورین نے باری باری شوہر اور بیٹے کا چہرہ دیکھا۔

''اگر وہ شکل وصورت میں ماں کا پرتو ہے تو عادات واطوار میں اپنے باپ کا عکس ہے، کیا تم اسے اتنا بھی نہیں جان پائے؟ تم سفینہ کے کیے کی سزا پریسہ کو نہیں دے سکتے۔''

''سزا؟'' اس نے سر جھٹکا۔

''سزا دینا ہوتی تو دوسرے دن طلاق نامہ بھجوا چکا ہوتا۔''

''تو تم اسے لینے نہیں جاؤ گے، یہ تمہارا آخری فیصلہ ہے؟''

''جی بالکل۔'' وہ بھی ضد کا پکا تھا۔

''اپنے بچے کی خاطر بھی نہیں؟'' ماں کے سوال پر اس نے جھٹکے سے رخ ان کی جانب موڑا جن کے لبوں پر مسکان تھی۔

''کس کا بچہ؟ آپ کس کے بارے میں بات کر رہی ہیں۔'' اس نے بے چینی سے پوچھا۔ دلاور اس کی حالت سے محظوظ ہوتے پرسکون ہو کر بیٹھ گئے۔

''تم بابا بننے والے ہو۔'' نورین نے آگے بڑھ کر اس کی پیشانی چومی۔ وہ ساکت سا بے یقینی سے ماں کا چہرہ دیکھ رہا تھا

''اگر تم نہیں جانا چاہتے تو مت جاؤ مگر ہمیں تو جانے دو، ہمارے گھر کی پہلی خوشی ہے۔'' نورین نے سیف کا چہرہ ہاتھوں کے پیالے میں سمیٹتے نرمی سے کہا۔

''ہم۔ میں جاؤں گا ناں۔'' ناقابل بیان کیفیت کے زیر اثر، گلابی پڑتے چہرے کے ساتھ جھجک کر کہا اور اگلے روز وہ واقعی سفینہ کے ہاں پہنچ گیا تھا۔ جبکہ مہروز اور شارقہ کے علاوہ سب ہی اس کے پیچھے ہی حویلی سے نکلے تھے۔ دونوں بھائی بھتیجے، بھابھی وہ لوگ محبت سے اپنی بہن کو گھر لانا چاہتے تھے۔

''مما! میں ان کے ساتھ جانا چاہتی ہوں۔'' پریسہ کا بھرایا لہجہ سیف کے قدم بے ساختہ اس کی جانب بڑھے۔ سفینہ نے بے یقینی سے بیٹی کا خون چھلکاتا چہرہ دیکھا۔

''انہیں میری ضرورت نہیں ہے مما! تو میں ہمیشہ کے لیے ان کی زندگی سے نکل جاؤں گی۔'' اس کا کرلاتا لہجہ تمام نفوس کو ساکت کر گیا۔ نورین نے لپک کر پریسہ کو حصار میں لیتے اس کی پیشانی چومی۔

''ایسی باتیں نہیں کرتے میرا بچہ!'' جبکہ دلاور خوں خوار نگاہوں سے اسے گھور رہے تھے جو نگاہیں جھکائے کھڑا تھا۔

''سفینہ! ہم اپنی بیٹی کو لے جانے آئے ہیں خدارا اب تو ضد چھوڑ دو! اپنی زندگی تو برباد کی ہی تھی اب بچوں کو تو جینے کا حق دو۔''

نورین نے پریسہ کو پہلو میں بٹھاتے دل گرفتی سے کہا کہ سفینہ نگاہیں جھکائے خود احتسابی میں قاسم کو دیکھ کر جانے کیوں ان کا دل اسے سینے سے لگانے کو مچل گیا تھا۔ وہ ہو بہو مہروز تھا دونوں بھائی پیاسی نگاہوں سے بہن کی طرف متوجہ تھے۔

سفینہ کی آنکھیں نم ہوئیں۔

''مہروز! اتنے برس سے بیٹی کی جھلک دیکھنے، اس سے ملنے کے لیے تڑپ رہا ہے! اب تو اس کی اذیت ختم کر دو۔ ایسا بھی کیا گناہ ہوا تھا اس بیچارے سے جس کی سزا ہی ختم نہیں ہو رہی، کیا تم یہ چاہتی ہو جو محرومی پری کے حصے میں آئی، وہ اس کے بچے کے حصے میں بھی آئے۔ تمام رشتوں کے ہوتے ہوئے وہ بھی رشتوں کے لیے ترسے۔''

''پری آپ کی امانت ہے، لے جائیں۔'' سفینہ نے آنسو پونچھتے نورین کی جانب دیکھا۔ ''لیکن پہلے اپنے بیٹے کی مرضی بھی تو پوچھ لیں۔''

''یہ ہماری اولاد ہے۔'' دلاور نے سیف کو گھورا۔ ''ہم اس کی اولاد نہیں۔ ہو گا وہی جو ہم چاہیں گے۔''

''سیف الملوک!'' ان کا لہجہ درشت تھا سب کی نگاہیں ان کی جانب اٹھیں۔

"معافی مانگو پری بیٹی سے۔" سیف نے باپ کے بعد ماں کے حصار میں مقید اس وجود کو دیکھا جس کے بنا جینے کا تصور محال تھا۔

"میں اپنے تمام برے رویوں کے لیے معافی مانگتا ہوں۔" سیف نے معافی مانگ کر سب کو حیران کر دیا تھا۔ چند منٹ بعد وہ لوگ جانے کے لیے اٹھے تو بلا ارادہ سفینہ اور قاسم کی نگاہ ملی۔ سفینہ نے نگاہ چرائی جبکہ قاسم نے قدم ان کی جانب بڑھائے اور مقابل کھڑا ہوا سفینہ کی آنکھیں نم ہوئیں۔ سب ہی ان کی جانب متوجہ ہوئے۔

"آپ خود کو بھی اکیلا مت سمجھیے گا۔ آپ بھلے ہی مجھے بیٹا تسلیم نہ کریں۔ مگر آپ قاسم کے لیے شارقہ اماں کی حیثیت رکھتی ہیں۔" نہایت محبت اور نرمی سے کہتے اس نے عقیدت سے ان کا سر چوما۔

"کیا اس پیار میں تھوڑا حصہ دار میں بھی بن سکتا ہوں۔" شہریار نے قریب آتے ان دونوں کے گرد بازو پھیلائے۔

"تم تو شہزادے ہو سارا پیار ہی تمہارے لیے ہے۔" سفینہ نے محبت سے اس کی پیشانی چومی۔

"ڈیل کر لیتے ہیں تایا ابو۔" شہریار نے سفینہ کے گرد بازو لپٹتے دلاور کو مخاطب کیا۔

"وہ کون سی؟"

"آپ لوگ میری آپی کو بابا کے پاس لے کر جا رہے ہیں، ہم مما کے پاس رہ جاتے ہیں۔"

"نہیں۔" سفینہ نے شہریار کا چہرہ چھوا۔ "میں تمہارے باپ کے ساتھ مزید زیادتی نہیں کرنا چاہتی۔ تم ان کے پاس رہو، ماں کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنے رہو۔" قاسم اور شہریار نے نرمی سے ان کے ہاتھ چومے۔

"تم کہاں جا رہے ہو؟" سیف کو گاڑی کا دروازہ کھولتے دیکھ کر دلاور نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"ہم گھر جا رہے ہیں ناں بابا سائیں۔"

"ہم میں تم شامل نہیں ہو، چابی قاسم کے حوالے کرو۔ اپنے لیے کوئی کونیس منگوا کر اپنے شہر والے گھر جاؤ۔"

"مگر کیوں؟" اس نے منہ پھلائے احتجاج کیا اور اس انداز میں وہ اس قدر کیوٹ لگ رہا تھا کہ پرینہ کے لبوں کو مسکان چھو گئی۔

بیٹی کی جانب متوجہ سفینہ کے دل سے ان کے لیے دعا نکلی۔ بھلے سیف نے اظہار نہیں کیا تھا مگر اس کی آنکھوں سے جھلکتے جذبے پریسہ کی اہمیت کا چیخ چیخ کر اعلان کر رہے تھے۔

"جب تک تم اپنے غصے کو کنٹرول نہیں کرتے حویلی میں قدم رکھنے کی ضرورت نہیں۔"

ایک ماہ بعد۔

"سیف! تم اسے گود میں لے رہے ہو یا نہیں؟" ماہم بھابھی نے تین روز کے بچے کو گود میں لیتے اسے ڈپٹا، قاسم ان کی نوک جھونک سے محظوظ ہو رہا تھا۔

"نہیں بھابھی! میں نہیں لے رہا۔" بچے کی پیدائش کے تیسرے روز وہ آج حویلی آیا تھا حالانکہ ہاسپٹل میں وہ ساتھ ہی تھا۔

"کیوں نہیں؟" بھابھی نے اسے گھورا۔

"یہ گر جائے گا بھابھی۔"

"کبھی خانی اور یاور کو تو نہیں گرایا تم نے تو اپنے بچے کو کیسے گراؤ گے؟" قاسم بھائی نے نرمی سے کہتے اس کا شانہ تھپکا۔

"وہ دونوں تو بڑے ہیں مگر یہ تو اتنا سا ہے۔"

"وہ پیدا ہی اتنے بڑے نہیں ہوئے تھے تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے۔ وہ بھی اتنے ہی چھوٹے تھے اب بہانے چھوڑو اور بچے کو گود میں لو بھابھی نے نرمی سے کہتے نیلے کمبل میں لپٹا بچہ اس کی گود میں دیا۔

سیف نے بے تحاشا دھڑکتے دل کے ساتھ روئی سے نازک وجود کو دیکھا جو سو رہا تھا۔ دلکش مسکان لبوں پر سجائے جھک کر نرم پیشانی کا بوسہ لیا تو پورے وجود میں پرکیف سا احساس سرایت کر گیا۔

"چلو جاؤ اس کی ماں سے بھی مل لو۔" بھابھی نے نرمی سے کہا، وہ احتیاط سے بچے کو گود میں لیے کمرے میں داخل ہوا۔

"آجاؤ بیٹا!" اسے دہلیز پر کھڑے دیکھ کر نورین نے نرمی سے کہا۔

"کیسا لگا بیٹے سے مل کر" نورین نے بچہ اس کی گود سے لیتے محبت سے پوچھا۔

"میں الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا اپنے احساسات۔" اس نے جھک کر ننھے گلابی پاؤں کو چوما تو ماں نے اس کی پیشانی چومی۔ پریسہ نے مسکراہٹ دباتے اس کو بچے کے پاؤں چومتے دیکھا (تو مسٹر اکڑو محبت کا اظہار بھی کر سکتے ہیں؟)

"خوش رہو۔" ماں نے دعا دیتے بچہ پھر سے اس کی گود میں دیا۔ "میں تمہارے لیے چائے بھجواتی ہوں۔"

"چائے پی چکا ہوں مما! کھانا لگوائیں، بھوک لگی ہے۔" نورین سر ہلاتے باہر گئیں تو وہ بیڈ پر آبیٹھا۔ ایک نظر پریسہ کا ممتا کے نور سے جگمگاتا چہرہ دیکھا۔

"یوں تیری شناخت مجھ میں اترے
پہچان تک اپنی بھول جاؤں میں"

"فہد!" اس نے بچے کا ہاتھ تھامتے نرمی سے پکارا۔ "ماما سے کہو بابا بہت شرمندہ ہیں۔"

پریسہ نے چونک کر اسے دیکھا جو نگاہیں بچے کے چہرے پر جمائے ہوئے تھا۔

"فہد! پوچھو بابا سے، کس لیے شرمندہ ہیں۔" انداز نروٹھا تھا سیف نے بے ساختہ پری کی جانب دیکھا۔

"اپنے ہر اس عمل کے لیے جس سے فہد کی مما کو تکلیف پہنچی۔"

"مگر فہد کی مما کو آپ کی شرمندگی سے کچھ لینا دینا نہیں۔"

"پلیز زندگی! شرمندہ ہوں نا۔ میں معذرت کر رہا ہوں۔"

"کیوں کر رہے ہیں معذرت! میں نے کوئی گلا تو نہیں کیا؟"

"لیکن مجھے تو احساس ہے ناں۔ میں نے بہت ہرٹ کیا اپنی پری کو۔" اس کا ہاتھ تھامتے محبت سے کہا۔ "تم سے اتنے ماہ دور رہا لیکن بلیوی، غصہ تم پر نہیں تھا۔"

"میں جانتی ہوں۔" پریسہ نے اس کی بات کاٹی۔ "میں بھول جانا چاہتی ہوں ان پر اذیت لمحوں کو۔" اس کی آنکھیں نم ہوئیں۔

"او کے او کے رومت میں اس بارے میں ذکر نہیں کر رہا۔"

"جیسے خانی سے محبت اور نرمی سے وعدہ کرتے ہیں ایسے ہی مجھ سے بھی وعدہ کریں۔"

"جی ضرور۔" سیف نے سینے پر ہاتھ رکھا۔ "کون سا وعدہ چاہیے آپ کو۔"

"مجھ پر غصہ نہیں کریں گے۔" پریسہ نے چہرہ رگڑا۔

"نہیں کروں گا۔ ویسے تو پہلے بھی کبھی غصہ نہیں کیا تم پر میں نے۔"

"اللہ۔" پریسہ نے اس غلط بیانی پر اسے گھورا اتنی بار تو کیا ہے غصہ سیف نے اس کے تاثرات سے محظوظ ہوتے مسکراہٹ چھپائی۔

"وہ غصہ تم پر نہیں تمہاری حرکتوں پر آتا تھا۔ لیکن خیر، آئندہ وہ بھی نہیں کروں گا۔"

"ہم مما سے ملنے جائیں گے۔"

"ضرور جائیں گے۔" اس نے فوری سر خم کیا۔

"فہد کی دلہن میں اپنی پسند سے لاؤں گی۔" سیف نے مصنوعی خفگی سے اسے گھورا۔

"یہ کیا بات ہوئی جب زندگی فہد نے گزارنی ہے تو فیصلہ بھی یہ خود کرلے گا نا۔"

"او کے فائن!" پری نے مسکراہٹ چھپائی

"چلیں اب جلدی سے بولیں پریسہ سیف الملوک آئی لو یو۔" سیف اس کی چالاکی پر ہنس دیا۔

"پریسہ سیف الملوک آئی لو یو ٹو۔"

"یہ چیٹنگ ہے میں نے کوئی اظہار محبت نہیں کیا تھا۔ پریسہ اس کی چیٹنگ پر خفگی سے منہ پھلاتے بولی تو وہ اس کی ادا پر نثار ہوتے قہقہہ لگا کر ہنس دیا۔

☆

Nadia Majid

Scanned with CamScanner